مکاتیب احمد سعید

مرتبہ
سید ضمیر حسن دہلوی

مکاتیبِ

احمد سعید

مرتّب کی دوسری کتابیں

دلّی سے دلّی تک	(تصنیف)
فسانۂ عجائب کا تنقیدی مطالعہ	(تنقید)
میر باقر علی داستان گو	(ترتیب)

قیمت :- دو روپے پچاس پیسے

شخصیت

دِلّی کا لال قلعہ اُجڑا اور وہاں کے رہنے والوں کو آزمائشِ دار و رسن سے گذرنا پڑا تو گویا دلّی ہی مٹ گئی۔

"سو کبھی نہ تو کوئی دم دیکھ سکا اے فلک
اور تو یاں کچھ نہ تھا ایک مگر دیکھنا"

دلّی والوں کو قلعہ اور قلعہ کی تہذیب جان سے زیادہ عزیز تھی۔ قلعہ کو دوبارہ بسانا یا قلعہ کی تہذیب کو سیاسی شکست و ریخت کے بعد بھی محفوظ رکھنا تو اُن کے بس کی بات نہ تھی۔ البتہ اپنے دیوان خانوں میں دلّی کے شرفا نے قلعۂ معلّیٰ کے آداب کو زندہ رکھنے کے لئے خونِ دل کا ایک ایک قطرہ صرف کر دیا۔ بقولِ غالب گندھی سے گلاب اور بھٹی سے شراب قرض آتی رہی اور کسی نے نہ سوچا کہ یہ فاقہ مستی کیا رنگ لائے گی۔

تہذیبی قدروں کا پختہ شعور حالات کے بدل جانے پر ہمیشہ ظاہری زندگی میں اپنا اظہار کیا کرتا ہے دلی والوں نے دیوان خانوں پر ہزار ہا روپے ماہوار خرچ کیئے، قلعہ کی تہذیب، جو قصۂ پارینہ ہو چکی تھی، زندہ رکھنے کے لئے تمام تر آداب اور وضعداریوں کو برقرار رکھا۔ مہمان نوازیاں اور غربا پروریاں ہوتی رہیں خواہ گھر کی چار دیواری میں بیوی اور بچوں کے ساتھ اُبلی ہوئی شکر قند اور بھنے ہوئے چنے کھا کھا کر گذارنے گئے۔ یہ کہاوت کہ دلی کی دل والی منہ چکنا پیٹ خالی' دلی والوں کی انہیں ظاہرداریوں اور رکھ رکھاؤ کا پتہ دیتی ہے۔

دلی اُجڑی تھی سو اُجڑی تھی رفتہ رفتہ دلی والے بھی اُجڑنے لگے اور جب میں نے ہوش سنبھالا تو دہلوی تہذیب سسک سسک کر دم توڑ رہی تھی محض چند گھرانے ایسے تھے جہاں اِس تہذیب کے نقوش شام کے سائے کی طرح دُھندلے دُھندلے دکھائی دیتے تھے۔

مولوی احمد سعید کا گھرانا اُن چند گھرانوں میں سے ایک تھا۔ ناہر خاں کے کوچے میں کٹرہ مہر پرور ہے اس کٹرے میں ذرا دور چل کے ان کا مکان تھا مکان تو آج بھی ہے اور مدت تک رہے گا مگر میرے نزدیک مولنا کی وفات کے بعد اس مکان کا وجود بھی ختم ہوا۔

ع مجنوں جو مر گیا تو جنگل اداس ہے

آج دِلی شہر دور دور تک پھیلا ہوا ہے۔ چپہ چپہ آباد ہے۔ ہر طرف انسانوں کا اژدہام نظر آتا ہے مگر وہ جنہیں اہلِ دل اور نگاہ والوں کی

نظریں ڈھونڈتی ہیں، معدوم ہو گئے۔

جہلِ خرد نے دن یہ دکھائے
گھٹ گئے انساں بڑھ گئے سائے

مولٰنا کی آمدنی کے ذرائع تو محدود تھے مگر ان کے اخراجات کا میدان بڑا وسیع تھا۔ گھر میں ہر وقت دو چار کا پڑاؤ رہتا تھا، سب کے لئے طرح طرح کے کھانے پکتے، ناشتے تیار ہوتے اور گھڑی گھڑی کشمیری چائے کے دور چلتے تھے۔ البتہ خود انھوں نے ایک شانِ فقیرانہ بنائی تھی کہ مرتے دم تک اسی کو نبھایا۔ دلی والوں کا قاعدہ تھا کہ ہمیشہ وہ طریقہ اختیار کرتے جو سدا رہ سکے۔ چال ڈھال، وضع قطع، کھانا پینا سب اول سے آخر تک ایکساں رہے اور کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ میاں کل تک پھٹے پرانوں میں رہتے تھے آج کمخواب و سنجاب نصیب ہوئی تو مزاج ہی بدل گئے۔ دلی والوں کے پیٹ بڑے ہوتے تھے۔ قارون کی دولت ہو تو ان میں سما جائے مگر دیکھنے والوں کو ذرا اندازہ نہ ہو اور اگر غریبی، مفلسی ہے تو بھی وہی پرانا گاڑھا گزی تن پہ ہے۔ نہ امیر کی امارت نہ غریب کی غریبی، کوئی چیز ظاہر نہ ہونے پاتی تھی۔ مولٰنا نے فراغت کے دن بھی دیکھے اور ان پہ کڑے وقت بھی آئے۔ انگریزی اقتدار کے وقت برسوں جیل میں رہے مگر ان کے پیچھے بھی گھرداری یونہی چلتی رہی جیسے اُن کے سامنے چلتی تھی۔ مولٰنا کی بیگم بھی بڑی سلیقہ شعار عورت ہیں۔ سلیقہ سے میری مراد یہ نہیں کہ کاڑھنا، سینا پرونا اور پکانا اچھا جانتی ہیں بلکہ یہ اصطلاح میرے لئے بڑا وسیع مفہوم

رکھنی ہے کچھ ایسا ہی جیسا میرؔ نے اپنے شعر میں بیان کیا ہے۔

خوش ہیں دیوانگیٔ میرؔ سے سب
کیا جنوں کر گیا شعور سے وہ

مولانا کی اہلیہ میری والدہ کی سگی پھوپی ہیں۔ میں نے انہیں بڑے قریب سے دیکھا ہے۔ وہ کاڑھتی، بنتی اور سیتی تو مجھے کبھی نظر نہ آئیں البتہ کھانا پکاتے محض دیکھا ہی نہیں بلکہ بارہا اُن کے ہاتھ کا پکا ہوا کھایا بھی ہے دل لگا کے پکاتی ہیں تو خاصا مزے کا ہوتا ہے مگر کھانا پکانے یا کھانے میں دل لگانا ان کا شعار ہی نہیں۔ وہ خود دنیا میں ہیں دنیا کی طلبگار نہیں ہیں نیا کپڑا نہیں پہنتیں، تازہ کھانا نہیں کھاتیں اور بے نیازانہ زیست کرتی ہیں۔ مولانا کے مزاج اور اُن کے مزاج میں درویشی اور قلندری کا فرق ہے۔ مولانا کی فقیری تو حضرت امیر خسروؒ کی فقیری تھی۔ وہ بڑی شان سے رہتے تھے۔ صفائی ستھرائی اور نفاست ان کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کے بھری ہوئی تھی۔ اس کا اظہار زندگی کے ہر شعبہ میں از خود ہو جاتا تھا۔

مولانا بڑے وجیہہ، خوش شکل اور خوش مزاج تھے سنا ہے جوانی میں اُن کے حُسن کا تمام شہر میں چرچا تھا۔ بحیثیت واعظ کے وہ مردوں سے زیادہ عورتوں میں مقبول تھے مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ مردوں میں ان کے مدّاح اور معتقد کم تھے۔ مرد بھی ان کی تقریروں اور وعظوں میں پروانہ وار گرتے تھے۔

ع پیغمبرِ کنعانی عشقِ پسرے دارد

مولانا کو میں نے ان کے بڑھاپے میں دیکھا۔ میدہ شہاب رنگت تھی پان کھاتے تھے تو گلے میں پیک جھلکتی تھی۔ لانبا قد اور چھریرا بدن تھا۔ خوب لمبے لمبے ہاتھ تھے۔ جو چلتے وقت آگے کم اور پیچھے زیادہ جھولتے تھے خوبصورت سی انگلیاں تھیں جو عموماً سیدھی یا ہتھیلی کی جانب مڑی رہتی تھیں۔ چہرے پہ خوب بھرواں داڑھی تھی جو بڑھاپے میں برف کی طرح سفید ہونے کی بجائے گندم گوں ہو گئی تھی، کہیں کہیں دو چار روپہلی تار بھی جھلکتے تھے مولانا پان خوب کھاتے تھے۔ پان کی سرخی سے ان کے ہونٹوں پر ہر وقت لاکھا جما رہتا مگر اس میں کلونس نہیں آتی تھی۔ پتلے پتلے یاقوتی ہونٹ بات کرتے وقت افشاں سی بکھیر دیتے تھے اور مزا یہ ہے کہ سامنے والا اسے آنکھوں سے چن لیتا تھا۔

ع ہر کہ از دوست می رسد نیکوست

مولانا دلی کی ٹکسالی زبان بولتے تھے۔ واعظ کہتے تو روزمرہ اور محاورے کا مزا آجاتا۔ اُن کی آواز میں بڑا خلوص تھا۔ خطاب کرتے تو سننے والا اپنائیت سی محسوس کرتا تھا۔ میر کی طرح میاں اور بھائی کہہ کہہ کے بات دلوں پہ نقش کر دیتے تھے واعظ اور خطیب اکثر بڑے خشک ہوتے ہیں۔ نصیحت کا مزاج ہی کچھ ایسا ہے۔ مگر مولانا پند و موعظت میں بھی اپنی شگفتگیٔ طبع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ وہ اس کے قائل نہ تھے کہ

ع سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

بلکہ ان کی تقریروں سے مجھے تو ایسا گمان ہوتا تھا کہ وہ گناہگاروں

کی شوخیوں کو طرح دیے رہتے ہیں کبھی ذرا سا خدا کے قہر سے ڈراتے اور توبہ تلا کی تلقین اس طرح فرماتے تھے کہ بندہ شرمسار ہو کر بارگاہ ایزدی میں گڑ گڑانے لگتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک متمول تعیش پسند سے مسکرا کے فرمایا "میاں تم ہمارے کہنے سے وہ سب کچھ تو چھوڑو گے نہیں جو کرتے ہو" البتہ ایک کام اور کر لیا کرو اس اللہ کے دیئے میں سے کسی یتیم بیوہ کی شادی بیاہ ٹکہ لگا دیا کرو" یہ نصیحت سننے والے نے ایسی گرہ میں باندھی کہ پھر تو وہ سارے شہر میں یتیموں اور بیوہ کی شادی کرانے والے مشہور ہو گئے مولانا شب قدر میں وعظ کہتے تو سارے سال کی بداعمالیوں کا ذکر تک نہ کرتے تھے بس اس شب کی فضیلت کچھ اس طرح بیان کرتے کہ مغفرت کی دعا کرتے وقت لوگ دھاڑیں مار مار کے روتے تھے۔ ان کے پاس کوئی حساب تھا جس سے وہ رمضان میں شب قدر کا قیاس کرتے تھے اور اس رات مچھلی والوں کی مسجد میں پچھلے پہر اندھیرا کر کے بڑے روح پرور انداز میں دعا کراتے تھے۔ بلاشبہ ہزاروں اس رات نجات پاتے ہونگے

ہر چند حکما نے فرمایا ہے کہ انسان اپنے تئیں سب سے برا جانے مگر ایسا عملی طور پہ بہت کم دیکھنے میں آتا ہے۔ دو چار سجدے ریاکارانہ بھی کر لئے تو آدمی سمجھتا ہے کہ تمام نوعِ بشر میں اسے فضیلت حاصل ہو گئی۔

ع ترک بتاں سے مائل پندار ہو گئے۔

اس قبیح اور مذموم عادت کا شکار سب سے زیادہ برگزیدہ طبقہ ہی ہوتا ہے تھا شما کس بوتے پہ غرور کرے گا۔ اکثر مولوی اور متقی، اسی،

عیب کے باعث عوام سے اپنا رشتہ توڑ لیتے ہیں۔ خدا جانے حشر میں ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ البتہ دنیا میں اُن کی ذاتِ گرامی سے کسی کو فائدہ پہنچنا قریب قریب ناممکن ہو جاتا ہے۔ مولٰنا کا مزاج اس کے برخلاف تھا ان کے خلوت خانے میں نام نہاد گناہگاروں کو آنے کی کھلی اجازت تھی۔ آدمی بھلے کے پاس بیٹھتا ہے تو بھلائی لے کے اُٹھتا ہے۔ مولٰنا کے قُرب نے بہت سے لوگوں کو لہو ولعب سے تائب کرا دیا۔ میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ مولٰنا جواری، ڈھنڈاری، سٹے باز اور اسی قبیل کے دوسرے لوگوں سے بھی بڑی شفقت سے پیش آتے تھے اور باتوں باتوں میں انہیں سیدھی راہ پہ لگا دیتے تھے۔ مولٰنا نے محبت کرنا سیکھی تھی وہ انسان میں اعمال کے اعتبار سے تفریق کے قائل نہ تھے ان کا ذہن بڑا کشادہ اور ظرف بڑا وسیع تھا۔ ان کی نظر آدمی کے عیب سے زیادہ اس کے ہنر پہ جاتی تھی۔

مغرب کے بعد خاص طور سے مولٰنا کے مکان پہ ایک عام نشست ہوتی تھی۔ اس میں علماء، صلحاء سے لے کر اجہل اور اسفل تک بار پاتا تھا۔ مولٰنا کچھ اس طرح بیٹھے رہتے کہ سب پہ اُن کی شخصیت برابر کی نوازش کرتی۔ فقیری کی اس شان پر ممکن ہے اہل نخوت جبیں بجبیں ہوتے ہوں مگر مولٰنا کسی کی مطلق پرواہ نہ کرتے اور ہنس ہنس کے ان لوگوں سے باتیں کئے جاتے جو سچ پوچھئے تو مولٰنا کی بلیغ اور پُر کنایہ گفتگو سمجھنے کے بھی اہل نہ تھے سورج کی روشنی جہاں اپنی کرنوں سے پھولوں

کو نکہت اور تازگی بخشتی ہے وہاں خس و خاشاک کو بھی محروم نہیں رہنے دیتی ہر طبقے اور ہر ذہن کا آدمی مولانا کی بارگاہ سے فیض پاتا تھا۔

ع میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے۔

مولانا کی باتیں بڑی مزے دار ہوتی تھیں۔ وہ محفل میں شگفتگی کے پھول بکھیرتے تھے۔ زیادہ بولنا اور بحث مباحثے کرنا ان کا شعار نہ تھا پان منہ میں لئے خاموش بیٹھے رہتے اور اُن کے روبرو لوگ مختلف مسائل پر گفتگو کئے جاتے تھے۔ وہ اس طرح سنتے رہتے جیسے بڑے متوجّہ ہوں مگر دخل بہت کم دیتے تھے البتہ درمیان میں دو چار چٹکلے ایسے چھوڑتے کہ تمام محفل زعفران زار ہو جاتی تھی۔ مولانا کے جملے بڑے تیکھے ہوتے تھے۔ لطیف طنز اور مزاح ان کے مزاج کا جزو تھا۔ ایک بزرگ روز شام کو بے بنیاد خبریں لاتے اور انہیں نمک مرچ لگا لگا کے بیان کرتے تھے مولانا اس طرح سنتے جیسے بڑے پتہ کی بات بتائی جارہی ہو۔ اوّل حیرت اور استعجاب کا اظہار کرتے اور جب وہ بزرگوار طرح طرح سے یقین دلاتے تو مولانا قائل سے ہو جاتے تھے۔ ایک دن یہ لن ترانی جاری تھی مولانا کے ایک سنجیدہ دوست برابر بیٹھے تھے صاحب تقریر انہیں بھی بار بار مخاطب کرتے تھے۔ مولانا نے بڑے شگفتہ انداز میں فرمایا "میاں ان کی باتیں سن تو لو مگر للہ یقین نہ کرنا" اور پھر خود بھی ایسی توجہ سے سننے لگے جیسے یہ جملہ محض مذاقاً کہا تھا۔

مولانا بڑے صاف گو اور بیباک تھے جو کچھ دل میں ہوتا تھا منہ پہ

رکھ دیتے تھے۔ ان سے کسی کام کو کہیئے تو چھوٹتے ہی انکار کرتے تھے مگر اس انکار میں سو سو اقرار پنہاں ہوتے تھے۔ جو لوگ مولٰنا کے مزاج سے ناواقف تھے وہ اس انکار سے برگشتۂ خاطر ہوتے تھے مگر مولٰنا بہت جلد اپنے پر خلوص اور مشفقانہ رویّے سے اس بدمزگی کو دور کر دیتے تھے میں نے ایک بار طالب علمی کے زمانے میں ایک وظیفہ کے لیئے سفارش کو کہا مولٰنا نے ٹالنے کے لیئے اندھیرے میں تیر پھینکا "میاں تم پڑھتے لکھتے تو ہو نہیں وظیفہ لے کے کھا جاؤ گے"۔ پھر جب میں نے بتایا کہ میں یونیورسٹی کے اچھے طالب علموں میں سے ایک ہوں تو انھوں نے میری بڑی تعریف کی اور تعریف کا یہ سلسلہ بعد کی ہر ملاقات میں جاری رہا۔ بات یہ تھی کہ مولٰنا کے پاس آنے جانے والوں کا تانتا بندھا رہتا۔ مولٰنا کسی کو جانتے تھے کسی کو نہیں اس لیئے جب کوئی ان سے کسی کام کو کہتا تو مولٰنا کو سو طرح کے تنگ کرتے اور مولٰنا دل میں رکھتے نہ تھے جھٹ منہ پہ لے آتے۔ کوئی بُرا مانے یا بھلا مولٰنا کی یہ عادت تھی۔

ایک صاحب کی نوکرانی ذرا ہاتھ کی چالاک تھیں۔ آخر رسوا ہو کے نکال دی گئیں بڑی بی مولٰنا کے پاس فریاد لے کے پہنچیں تو مولٰنا نے صاحب معاملہ سے استفسار کیا اور بڑھیا سے صاف کہدیا "کہ بوا تم چوٹٹی ہو تمہیں رکھ کے کوئی کیا کرے گا"۔ اس صاف گوئی کے باعث مولٰنا کے مداحوں کی طرح مولٰنا کے مخالفین کی بھی ایک بڑی تعداد تھی۔ ان کی زبان کے چٹخارے کو ہر ایک کیسے سمجھ لیتا۔ بادی النظر میں تو یہ شوخیٔ کلام تیزی اور تندی معلوم

ہوتی تھی۔

مرچک کہیں کہ تو غمِ ہجراں سے چھوٹ جائے
کہتے تو ہیں بھلے کی وہ لیکن بری طرح

منبر پہ ہوتے تو مولانا رسوم پرستی کے خلاف، دھواں دار تقریریں کرتے تھے مگر خود بہت سی رسموں کے دلدادہ تھے۔ رسموں سے بے اعتنائی برتنا یوں بھی مہذب آدمی کا شیوہ نہیں ہاں اگر یہ رسمیں عقائد اور ایمان پر بوجھ بننے لگیں تو ان کا ترک کرنا ہی بہتر ہے اصلاح الرسوم کی تحریک کا سب سے بڑا سبب یہی تھا کہ مسلمانوں کے عقیدے رسموں کی بھینٹ چڑھ دینے لگے تھے۔ اور رفتہ رفتہ زندگی کے خارجی تقاضے زندگی کے باطنی یا روحانی عناصر پر غالب آگئے تھے۔ ناسمجھ عوام ظاہر اور باطن کو جُدا جُدا دیکھنے کی صلاحیت کم رکھتے ہیں۔ مولانا عوام سے خطاب کرتے تو ہر رسم کو مذموم قرار دیتے مگر تنہائی میں کسی باشعور سے گفتگو کرتے تو ان کا انداز جُدا ہوتا تھا۔ سلطان جی کی سترھویں میں رات کے پچھلے پہر اپنے مقربین کے ساتھ ایک چکر لگائے بغیر انہیں چین نہیں آتا تھا۔

ع رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی۔

بزرگوں کے مزارات اور صوفیاء کے برگزیدہ طبقے سے مولانا کو بڑی عقیدت تھی اور ان کے مزاج میں جو رنگا رنگی تھی وہ غالباً اسی راستہ سے آئی تھی۔

مولانا کا سیاسی کردار بھی زیرِ بحث آنا چاہیئے۔ مگر میں تو انہیں

سیاسی شخصیت ہی نہیں مانتا۔ جو شخص آزادی کے لئے جیلوں میں چکیاں پیسے اور آزادی کے بعد ملکی سیاست سے دست بردار ہو جائے اسے سیاست داں کہنا ہی درست نہیں۔ سیاست تو راہ سے زیادہ منزل پہ نظر رکھنا سکھاتی ہے یہ کیا کہ دُکھ سہیں بی فاختہ اور کوّے انڈے کھائیں۔ مولنا آزاد مزاج تھے ان کی طبیعت غلامی کی حدبندیوں سے نباہ نہیں کر سکتی تھی اسی وجہ سے وہ حریت پسندوں میں پیش پیش رہے مگر جب ملک آزاد ہو گیا تو گھر کی چار دیواری میں مقید ہو گئے۔

ع نہ ستائش کی تمنا نہ صلے کی پرواہ

کتنی بار ایسا ہوا کہ مولنا محکمہ کسٹوڈین یا کسی اور دفتر میں لوگوں کے ساتھ گئے اور قافلے والوں کی بے نیازی دیکھئے کہ قافلہ سالار کو پہچاننے سے انکار کر دیا۔ کوئی دوسرا ہوتا تو اِس جانکاہ صدمے سے جان دیدیتا مگر مولنا ہنس کے فرماتے تھے۔

ع انقلابات ہیں زمانے کے

مولنا چاہتے تو ارباب حل و عقد کے توسط سے بہت کچھ کر سکتے تھے مولنا ابو الکلام آزاد اور پنڈت جواہر لال نہرو ان کے قریبی دوست تھے مگر ان کی غیور طبیعت کبھی کسی کے وسیلے سے کچھ کرنے پر آمادہ نہیں ہوتی انھوں نے جو کچھ کیا اپنے بازوؤں کے بل پہ کیا۔ ہزاروں مکان کسٹوڈین سے واگذار کرائے اور ہر بڑے وقت میں قوم کی خدمت کے لئے کمر بستہ ہو کے سینکڑوں مسائل حل کئے مگر سوائے خدا کے کسی کی مدد کے طلبگار نہ ہوئے۔

سب کے دل میں ہے جگہ تیری جو تو راضی ہوا
مجھ پہ گویا ایک زمانہ مہرباں ہو جائے گا۔

ایک مزے دار بات سنئے۔ مولٰنا کے دلّی میں دو چار مکان تھے۔ ان میں سے ایک دو کسٹوڈین نے ہتھیا لئے میری والدہ جس مکان میں رہتی ہیں اس کا بھی یہی حشر ہوا۔ میں خود مولٰنا کے پاس یہ قضیہ لے کے پہنچا۔ انہوں نے سارا ماجرا سُن کے کہا "میاں چھوڑو کرایہ دینے لگو اب کہاں پیروی کرتے پھرو گے" پھر والدہ کے اصرار پر مولٰنا نے ایک حلف نامہ اس مضمون کا داخل کیا کہ وہ ہندوستان کے شہری ہیں اور کبھی پاکستان نہیں گئے۔ آج خیال آتا ہے کہ مولٰنا کو اس کاغذ کی تکمیل میں کیسی اذیت برداشت کرنی پڑی ہو گی۔

مولٰنا کا تحمل اور قوّتِ برداشت تو میں نے ان دنوں دیکھی جب اسمٰعیل چھوٹی نے ان کے چاقو مارا۔ اس واقعہ کا تذکرہ انہوں نے جس سے بھی کیا اس انداز سے کیا گویا وہ کسی بچے کی شرارت کا ذکر کرتے ہوں ذرا غم و غصہ کا اظہار نہیں تھا۔ لوگ تفصیل معلوم کرنے کے لئے کُرید کُرید کے پوچھتے تو مولٰنا سیدھے سبھاؤ جواب دیتے "میاں وہ اسمٰعیل چھوٹی جو ہمارے ملنے جلنے والوں میں سے ہے اس نے کسی کے بہکائے سکھائے میں آکے یہ حرکت کی ہے" گویا نہ اس سے کچھ شکایت ہے اور نہ بہکانے سکھانے والوں کا رونا ہے۔

ع تو میرے خون کو دامن سے دھو ہوا سو ہوا

مولانا قلب کے مریض تھے اور ان کی عام صحت بھی اچھی نہ تھی مگر نہ تو ان کے مزاج میں بیماروں کی سی چڑچڑاہٹ تھی اور نہ مایوسی۔ بڑی زندہ دلی سے جیتے تھے۔ سنا ہے ڈاکٹر حکیم حیران تھے کہ قلب اتنا ضعیف ہونے پر وہ زندہ کیسے ہیں۔ مگر مولانا توکلتُ علی اللہ کے قائل تھے۔ ایک دن پرہیز نہیں کیا باقاعدہ علاج کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ ان کی اولادیں ڈاکٹری علاج پہ بضد تھیں جب اُن کے ہاتھوں میں پڑتے تو علاج معالجہ کی پابندیاں بادلِ ناخواستہ برداشت کر لیتے تھے۔ ورنہ وہ تو چٹکی پٹکی میں کام چلاتے تھے۔ بڑے تنفس سے جیتے تھے۔ تیس ۳۰ سال سے قرآن شریف کا ترجمہ کر رہے تھے بڑی محنت پڑ رہی اور جگر کاوی کی تھی اسی لئے اس کی تکمیل تک جینے کی آرزو تھی اللہ نے ان کی دعا سن لی ترجمہ مکمّل ہوا اور ابھی چھپنے کا پروگرام بن رہا تھا کہ مولانا یکایک حرکتِ قلب بند ہو جانے سے انتقال کر گئے۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

خدا انھیں غریقِ رحمت کرے، ان کے ساتھ دِلّی کی وضعداریاں، بولیاں ٹھٹھولیاں، توکّل شعاریاں اور محفلیں سب ختم ہوئیں۔ اللہ بس باقی ہوس۔

صبح تک وہ بھی نہ چھوڑی تو نے اے بادِ صبا
یادگارِ رونقِ محفل تھی پروانوں کی خاک

سید محمد حسن

۲۹-۱۲-۱۹۶۷ء

خطوط نگاری

خطوط اور دیگر نجی تحریروں کی اشاعت کی بات کوئی نئی بات نہیں
یہ سلسلہ ایک مدت سے چلا آتا ہے البتہ ان کی افادیت کو مختلف ادوار
میں مختلف زاویہ ہائے نظر سے دیکھا گیا ہے۔ موجودہ دور میں ہم کسی شخصیت
کا مطالعہ اس وقت تک مکمل نہیں سمجھتے جب تک درون خانہ اسکی
زندگی کے گوناگوں گوشوں تک ہماری نظر کی رسائی نہ ہو جائے۔ خطوط
اس سلسلے میں بڑے معاون ثابت ہوتے ہیں چونکہ ان میں دوسری
تحریروں کے برعکس زیادہ خلوص ہوتا ہے۔ اور دل کی بات بڑے
واضح انداز میں کہی جاتی ہے۔

مولانا احمد سعید رح کو بحیثیت مولوی اور واعظ ہر شخص جانتا
ہے ان کی سیاسی شخصیت بھی کسی کی نظر سے پوشیدہ نہیں یہ سوچتے ہوئے

میں نے مذہب اور سیاست سے متعلق خطوط کو اس مجموعے میں شامل نہیں کیا ہے۔ ان کی علمی بصیرت اور سیاسی سوجھ بوجھ پر کچھ لکھنا مجھ ایسے نومشق کے لئے مناسب بھی نہیں ہے۔ پھر یہ کہ ان کی خاصی طویل زندگی کے اسقدر پہلو ہیں کہ ہر پہلو پر الگ الگ کام ہونا چاہیئے۔ میں نے تو مولانا کو محض ایک دلی والے کی حیثیت سے دیکھا ہے۔ ان کی زندگی سے وہ پہلو اخذ کیئے ہیں جو وضعداری، ایثار، خدمتِ خلق، علم مجلسی اور جمالی درستی کی جانب اشارہ کرتے ہیں اور یہی میری نظر میں دہلی کے تہذیبی کمال کی زندہ و پائندہ نشانیاں ہیں۔

میر تقی میرؔ نے تو اپنی شاعری کی بنیاد عوام سے گفتگو پہ رکھی تھی۔ لیکن آگے چل کے میر امّن نے اس روایت کو نثر میں بھی اس طرح سمولیا کہ دبستانِ دہلی کی نثر میرؔ کے ریختہ کی طرح دلوں کو اپنی طرف کھینچنے لگی اور دِلی والوں کے لئے فخر و افتخار کا ذریعہ بنی۔

ع سب ہم سے سیکھتے ہیں انداز گفتگو کا

زیرِ نظر مجموعے میں اکثر خطوط ملّا واحدی کو لکھے گئے ہیں۔ واحدی صاحب اس قبیلۂ برگزیدہ سے تعلق رکھتے ہیں جو میر امّن سے شروع ہو کر شاہد احمد دہلوی پر ختم ہوتا ہے۔ اور جس میں مرزا فرحت اللہ بیگ علاّمہ راشد الخیری، خواجہ حسن نظامی اور اشرف صبوحی وغیرہ کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ یہی وہ حضرات ہیں جنہوں نے سرزمینِ دہلی کی آبیاری کے لئے اپنے دل اور جگر کا خون صرف کیا تھا۔ مولانا احمد سعید اور

داحدی صاحب کی گفتگو کے اقتباسات سے جو ان خطوط میں جا بجا ملتے ہیں اس اجمال کی تفصیل کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

مولنا کی ان تحریروں میں نہ تو غالب کے خطوط کی سی شوخی اور بذلہ سنجی ہے نہ انشائے سرور کی سی حسن کاری۔ بس ایک سادگی اور پرکاری ہے، ایک بات ماورائے سخن جو پڑھنے والے کے لئے دلچسپی کا سبب بنتی ہے۔ مجھے احساس ہے کہ بیشتر خطوط میں کوئی بات معلوماتی بھی نہیں ہے تاہم مجھے یقین ہے کہ باذوق طبیعتیں انہیں محض شیرینیٔ لب اور نزاکت آواز کے لئے بار بار پڑھیں گی حُسن پرستوں کے لئے سب سے مشکل مرحلہ یہ ہے کہ وہ حُسن کی منطقی تعریف نہیں کر سکتے۔ اور ہوش پرستوں کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ بے دلیل خدا کو بھی ماننے پر تیار نہیں ہوتے۔ مولنا کی تحریروں میں اگر کوئی صنعت برائے گفتن تلاش کی جائے تو وہ معصومیت ہے۔ مولنا بڑے بھولے انداز میں گفتگو کرتے ہیں ان کی تحریر سے کہیں اس بات کا شائبہ تک نہیں ہوتا کہ وہ ایک جید عالم اور جہاندیدہ سیاستداں ہیں۔ گفتگو کی یہ معصومیت جو انسان کی بات کو نوائے سروش بنا دیتی ہے بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے اس کے لئے آئینۂ دل ہونا شرطِ اول ہے اور یہ سعادت بزورِ بازو حاصل ہونے والی شئے نہیں ہے۔

تحریر کی اس شگفتگی معصومیت اور برجستگی نے ہی مجھے اس مختصر مجموعے کی ترتیب کی جانب متوجہ کیا ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ زبان سے دلچسپی رکھنے والے اسے پسند کریں گے۔

مرتب

محترم واحدی! اسلام مسنون

ارے میاں، وہ اسماعیل چوبی کو تو آپ بھی جانتے ہوں گے سوئی والان میں رہتا تھا، لوگ ایسے ہی کاموں کے لئے اس کو استعمال کیا کرتے تھے امام صاحب جامع مسجد کا کرایہ بھی وصول کیا کرتا تھا اور شوکت مرزا نے جامع مسجد کی تھڑی کا کرایہ بھی وصول کرنے کے لئے اسے رکھ چھوڑا تھا، مغلوب الغضب آدمی ہے، پہلے کوکین بیچا کرتا تھا، اسی نالائق کو کسی نے میرے لئے استعمال کر لیا، بہر حال الحمد للہ زندہ ہوں، تشویش کی کوئی وجہ نہیں، زخم بتدریج مندمل ہو رہا ہے، بڑھاپے کا زخم وہ بھی ڈیڑھ انچ گہرا اور تین انچ لانبا، بھرتے ہی بھرتے بھرے گا، آپ کی مخصوص دعاؤں کا محتاج ہوں، جملہ پرسان حال کی خدمت میں سلام مسنون۔

آپ سے اگر ہو سکے تو میاں علی نظامی کا پتہ مجھے لکھ بھیجئے ان کا تار آیا ہوا ہے اور میں جواب نہیں دے سکتا، آپ نے جا کر اور خواجہ صاحب رحمۃ اللہ نے مر کر دہلی کو رہا سہا ختم کر دیا۔ میرا دل پن کیا اور میں کیا، اور کسے دن کا، ادھر بیخود صاحب بستر پر پڑے ہیں، اللہ تعالیٰ دہلی والوں پر رحم فرمائے، دہلی کھلی ہے۔ بازار اور گلیاں اور کوچے وہی ہیں لیکن رہنے والے سب ہی تو آپ کی دعا سے اجنبی ہیں کوئی ٹوٹا پھوٹا مسلمان کبھی آنکلتا ہے یا پرانا ہندو آجاتا ہے تو سمجھتا ہوں، اوہو! میں دہلی میں رہتا ہوں، ورنہ یقین جانیے دلی کے بازاروں پر پنجاب کے شہروں کا شبہ ہوتا ہے، بہت دل

کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ دلی کی سڑکیں ہیں۔ مگر آنکھیں دل کا ساتھ نہیں دیتیں، اچھا میرا سلام قبول کیجئے، خدا تعالیٰ آپ کو خوش رکھے، پریشان حال کو بھی اگر ہو سکے تو سلام کہہ دیجئے۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہ،

کوچہ چیلان دہلی - ۱۷ - ۹ - ۵۵

محترم و مکرم ملا واحدی صاحب زید مجدکم،

السلام علیکم، زخم کی وجہ سے بیٹھا نہیں جاتا، پڑے پڑے خطوط کا جواب لکھا کرتا ہوں، زخم بائیں کولھے میں ہے، ۱۸۵۷ء کے انقلاب کے بعد جو حالت ہوئی تھی ۱۹۴۷ء کے انقلاب سے وہ بہت خراب ہو گئی اور بھونڈی بات یہ ہے کہ پرانے اور تعلیم یافتہ اور دولت مند سب ہی تقریباً چلے گئے، کارخانہ دار قسم کے لوگ رہ گئے ہیں، اچھے انگلیوں پر گننے کے قابل ہیں۔ اس کو کیا سوجھی میں تو سمجھتا ہوں اس کو سوجھائی گئی، واللہ اعلم بالصواب۔

آمادہ بقتل من آن شوخ ستمگارے
ایں طرفہ تماشا بین ناکردہ گنہگارے

اس تسکین کے لفظ پر آپ کے مجھے غالب کا ایک شعر یاد آ گیا ؎

دل مایوس را تسکین بمردن می توان دادن
چہ امید است آخر خضر و ادریس و مسیحا را

آپ بڑے خوش قسمت ہیں کہ موت کے تصور سے تسکین تو حاصل کر لیتے ہیں۔

آپ کا مضمون اگر میں چھپنے سے پہلے دیکھتا تو اس میں اگرچہ گستاخی ہوتی مگر ترمیم ضرور کرتا، دہلی تو مولانا حالیؔ کے زمانہ ہی میں مرحوم ہو چکی تھی۔ آپ تو چالیسواں یا برسی کرنے والوں میں سے ہیں، مولانا حالی سے اللہ میاں کے ہاں ملاقات ہو تو یوں فرمائیں کہ آپ کے زمانہ میں دہلی مرحوم تھی۔ اس کی آخری رسوم الغرض اس کا چالیسواں اور برسی کی شرعی یا غیر شرعی رسوم میں نے ادا کی ہیں، پتے کا شکریہ، آج [۱۲] علی میاں کو خط لکھ رہا ہوں والسلام آپ جونی [۱۳] کو جان گئے اور اس کی نوکری اور میری سفارش بھی آپ کو یاد آگئی۔ لیکن یہاں تو قسمت ہی ایسی ہے ؎

علم تیرا آموخت علم تیر از من
کہ عاقبت مرا نشانہ نہ کرد

والسلام خیریت کا طالب

فقیر احمد سعید کان اللہ لہ کوچہ چیلان، دہلی ۲۴ [۹/۵۵]

[۱۱] اسماعیل جونی نے مولانا احمد سعید صاحب پر قاتلانہ حملہ کیا تھا، اس کی طرف اشارہ ہے۔
[۱۲] شمس العلماء مولوی سید احمد رح
[۱۳] سڑکوں کے کنارے یا فٹ پاتھوں پر لوگ تھوڑا بہت سامان تجارت لے کر بیٹھ جاتے ہیں، اسے تھڑی لگانا کہتے ہیں، جامع مسجد کے چبوتروں والی کپڑا مارکٹ کی ابتدا تھڑیوں سے ہوئی تھی، اس لئے مارکٹ کا نام آخر تک تھڑی ہی رہا
[۱۴] حضرت خواجہ حسن نظامی کے منجھلے صاحبزادے جو کراچی میں سکونت پذیر ہیں اور کوئٹہ میں کاروبار کرتے ہیں۔ [۱۵] حضرت خواجہ حسن نظامی مرحوم [۱۶] مشہور شاعر وحید الدین بیخود دہلوی

محترم و مکرم مولٰینا واحدی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم! یاد فرمائی کا شکریہ، آپ نے یہ خبر افسوس کے ساتھ سُنی ہوگی کہ دہلی کا آخری چراغ بھی گل ہوگیا، یعنی حضرت بیخود صاحب کا بھی وصال ہوگیا، کئی دن سے کھٹیا پر پڑے تھے، مجھ کو خطرہ ہوگیا تھا کہ دیکھئے اب کی کھڑے ہوتے ہیں یا نہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ؕ

واحدی صاحب! میں نے واقعی طور پر عرض کیا تھا کہ ۱۹۴۷ء میں دلی کا سوم یا چالیسواں یا برسی ہوگئی، یہ آخری رسوم اور ایصال ثواب دلی کے مقدر میں آپ کے ہاتھوں لکھا تھا، اس سے امید ہے، کہ دلی مرحوم کی بخشش ہوگئی ہوگی ۱۸۵۷ء میں انگریز منقسم شدہ ہندوستان کو ایک مرکز پر جمع کر رہا تھا اسلئے جانے والوں کی واپسی سہل بھی تھی اور ۱۹۴۷ء میں مرکزی حکومت کو تقسیم کرکے دو ملک بنا دئے گئے ہیں، اس لئے واپسی ممکن نہیں رہی، یوں خدا کو سب آسان ہے۔

جعل اللہ یحدث بعد ذالک امراً ؕ

زخم کا بہت سا حصہ مندمل ہوگیا ہے، ابھی پھایا لگ رہا ہے

فقیر احمد سعید کان اللہ لہ کوچہ چیلان دہلی ۷/۱۰/۵۵

محترم ملا واحدی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم! کل آپ کا خط ملا ڈاک کی خرابی کے باعث آپ کو میرا خط ملنے میں تاخیر ہوئی، اور یہاں اس عرصہ میں علامہ برج موہن کیفی کا انتقال ہوگیا اسی عرصہ میں مجھ پر یہ گذری کہ کنج ران میں ایک پھوڑا ہوگیا، چاقو کا زخم

مندمل نہ ہوا تھا کہ ایک نئی تکلیف میں مبتلا ہو گیا، ڈاکٹر زیڈ۔ احمد سے اس کا آپریشن کرایا اور اب طوطے کو لئے بیٹھا ہوں۔ روز شام کو ڈریسنگ ہوتا ہے غرض بڑھاپے کی زندگی سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے۔ آپ کی دعاؤں کی سخت ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے، بیخود صاحب کو "موٹا" لکھے[1]، دبلا لکھئے اب بیخود کہاں، بہر حال وہ "غدر" کے بعد پیدا ہوئے تھے، "غدر" کے دیکھنے والوں میں نہ تھے۔ البتہ "غدر" سے اتنے قریب تھے کہ "غدر" کی ان کو یادگار کہا جا سکتا ہے......

والسلام خیریت کا طالب

فقیر احمد سعید کان اللہ لہ، کوچہ چیلان دہلی ۲۶/۱۱/۵۵

محترم ملا واحدی صاحب زاد اللہ مجدکم

السلام علیکم! چاقو کا زخم مندمل ہو چکا ہے پھوڑا ابھی قریب الصحت ہے، ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں ۵ دسمبر تک زخم مندمل ہو جائے گا۔ دیری کی وجہ یہ ہے کہ دونوں چڈھوں میں ایکزیما ہے۔ اس میں سے پانی نکلتا ہے۔ وہ پانی زخم کو خشک نہیں ہونے دیتا، کوئی دعا یا دوا لگ جائے تو کام جلدی ہو جائے

میاں واحدی! آپ کا لفظ "موٹام" ہی تھا مگر میں یہ لفظ سمجھ نہیں سکا اور سچ پوچھو تو میں نے یہ لفظ "موٹام" پہلی مرتبہ سنا ہے، اگر آپ اس کی تشریح کر دیں تو شاید میں سمجھ سکوں کہ یہ "موٹام" کیا ہے۔

لہ انقلاب ۱۸۵۷ء میں شہر دہلی کی تمام آبادی نکل گئی تھی اور پھر واپس آ گئی تھی۔
[1] واحدی صاحب نے بیخود دہلوی کو دلی کا موٹام لکھا تھا مولینا نے اسے موٹا پڑھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے :۔

لا یبقی من القرآن الا اسمہ ولا یبقی من الاسلام الا اسمہٗ ؎

یہ ہونے والا ہے جو ہو کر رہے گا، اس کو میں اور آپ روک نہیں سکتے۔

خدا تعالیٰ آپ جیسے غمگساروں کو زندہ رکھے، جو مرثیہ تو پڑھ لیتے ہیں، آئندہ اس کی بھی امید نہیں، پچھلے دنوں آغا طاہر؎ آ نکلے تھے، وہ دو شعر سنا گئے تھے وہ آپ بھی سُن لیجئے شاید آپ کے مطلب کی کوئی بات نکل آئے۔

محفل اُن کی ساقی اُن کا — آنکھیں میری باقی اُن کا

وہ پلٹ کے پھر نہیں آئیں گے یہ عیاں تھا طرزِ خرام سے

کوئی گردش ایسی بھی ہے فلک، جو ملا دے صبح کو شام سے

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ کوچہ چیلان دہلی ۲۹ ؍ ۵۵

محترم واحدی صاحب زید مجدکم

السّلام علیکم! یہ مینارے خدا جھوٹ نہ بلوائے سیکڑوں مرتبہ دیکھے ہیں، مگر آج تک ان کا نام معلوم نہ تھا دیکھئے حُسن اتفاق ہے، کیوں آپ خود صاحب کو موٹا نام لکھیں اور کیوں یہ بحث چلے اور کیوں مجھے ان مٹی کے میناروں کا نام معلوم ہو، اگر موٹا نام نیست کی مٹی کے تودے کو کہتے ہیں تو علامہ کیفی اور بیخود اور خواجہ صاحب بلکہ ہم اور آپ بھی چھوٹے موٹے موٹا نام ہی ہیں! بہرحال نیاں کوئی دن کی بات ہے جب کوئی چھوٹا موٹا نام بھی نظر نہ آئے گا، ۱۹۵۵ء سے

؎ آغا طاہر، المتوفی جون ۱۹۵۰ء نبیرہ شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد دہلوی

پہلے کی دلی[1] واقعی ان بزرگوں سے بھی اور جانی جا سکتی تھی، اس سلسلے کی ایک اور کڑی بھی سُن لیجئے، کل ایک اور موشام بھی ہمارے محلے میں لڑھک گیا یعنی حکیم طالب احمد بھی خدا کو پیارے ہوئے ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ گلے میں تسبیح پڑی ہوئی ہے اور رطب ہو رہا ہے، خواجہ حسن نظامی رحمۃ اللہ علیہ کے موشام تھے، خواجہ صاحب کی وفات کے بعد دلی میں یہ خواجہ صاحب کے پہلے مرید ہیں، جو موت سے ہم آغوش ہوئے ہیں، شام کی مجلس تو جمتی ہے مگر وہ پہلی سی رونق کہاں ؟ نہ مچھلی کے کباب کوئی تلنے والا ہے نہ کھانا پکوا کر کوئی کھلانے والا ہے - اور میاں واحدی! اپنی آمدنی بھی تھک گئی، سفر چھوٹ گیا باہر سے کما کر لاتے تھے اور دلی میں نوابی کرتے تھے اور لوگوں کی بے بنیاد باتیں سُن کر ہنستے تھے - اب پہلوان یعنی اسمٰعیل غوری اور عبد الحمید تیلی فردوش تو رات کو مکان میں سوتے ہیں - باقی عوض گھوسی، ماسٹر محمد صدیق جو آجکل حضرت چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ کے سجادہ نشین خیال کئے جاتے ہیں، اگرچہ مقدمہ عدالت میں زیر غور ہے اور پیر جی یاسین مرزا جو عبد الحمید تیلی کی برابر کی مسجد میں امامت کرتے ہیں، بے میاں کے خلیفہ ہیں، عام طریقہ سے لوگ ان کو مولوی لال مرغ کہتے ہیں - یہ تین چار آدمی ہیں جو گھنٹے دو گھنٹے کو آجاتے ہیں اور بس . . . شہر کے اجڑنے اور چیلوں کا کوچہ برباد ہونے کے بعد تو یہ پارٹی بالکل ہی تتر بتر ہو گئی ہے[1] کھانے پینے کی رونق حکیم[2] جی کے دم سے تھی - ان کو آپ اپنی خدمت کے لئے لے گئے مچھلی کے کباب کوئی تلنے والا نہ رہا - نہ کوئی شب دیگ پکانے والا رہا غرض یوں

[1] شرفاء دہلی [2] حکیم امتیاز الحق

سمجھے میں بھی ختم ہوا ، صرف وضعداری کو نبھا رہا ہوں ۔ والسلام

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ، کوچہ چیلان دہلی ۱۲؍۱؍۵۵

محترم واحدی صاحب زاد اللہ مجدکم

السلام علیکم ۔ گرامی نامہ کا شکریہ !

میاں نمونہ ہونے سے کیا فائدہ ۔ آپ نمونہ ہوں ، یا میں نمونہ ہوں اگر کوئی ہمارے نمونہ کو دیکھ کر صحیح دہلی والا نہ بنا تو ایسے نمونوں سے کیا فائدہ ! آپ نے کراچی پہنچکر بہرحال دہلی کے ایک رئیس[3] اور دہلی کے ایک منطقی عالم کو ملا کر اپنی مجلس تو بنائی میں تو بیٹھا بیٹھا دہلی والوں کو کم کر رہا ہوں ، جو پاکستان چلے گئے وہ تو چلے گئے اور جو باقی رہ گئے اُن کو موت نہیں چھوڑتی ، تین چار دن کی بات ہے ، حاجی کالے مر گئے جو دہلی کے مشہور کباڑئے تھے ، عباسی برادری کے بڑے آدمی تھے ، ڈپٹی کمشنر سے کہ کر اُن کو شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ کے مزار کے قریب دفن کرایا ، ان سے فارغ نہ ہونے پائے کہ مولانا سید عبدالرؤف[4] صاحب کا دوسرے دن انتقال ہو گیا ، جو پنجابیوں کے قبرستان میں اپنے نانا سید میاں نذیر حسین مرحوم کے قریب مدفون ہوئے ، غرض دہلی کو دہلی والوں سے خالی ہوتا ہوا دیکھ رہا ہوں ، اب یہی خیال کرتا ہوں کہ مردوں میں مل کر کوئی سوسائٹی بناؤں اور روز روز کے قصوں سے نجات حاصل کر لوں

صحت اچھی ہے ، زخم مندمل ہو گیا ہے ، سردی میں قلب کا دورہ پڑا کرتا ہے ، وہ پڑتا ہے اور ہر شب میں گھنٹے دو گھنٹے بے چین رہتا ہوں ، کنج ران میں کھجلی ہوتی ہے ، بہرحال دوستوں کی دعاؤں کا محتاج ہوں ، اپنی مجلس کے ارکان

[3] خان بہادر حبیب الرحمٰن سابق پریسیڈنٹ او . بی . ای میونسپل کمیٹی دہلی اور مشہور منطقی اور متکلم مولانا محمد ایوب دہلوی مراد ہیں [4] مولوی عبدالرؤف صاحب ، میاں نذیر حسین محدثؒ کے نواسے تھے ، دہلی میں نذیریہ لائبریری انھوں نے ہی قائم کی تھی [5] میاں نذیر حسین محدث دہلوی بڑے پایہ کے عالم تھے ،

کی خدمت میں میرا سلام عرض کر دیجئے۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ۔ کوچہ چیلان دہلی ۲۸ ۱۲/۵۵

محترم واحدی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم! بھائی حاجی کالے کو آپ نہ سمجھے، شاید کوئی واسطہ نہ پڑا ہو ورنہ خاصے مشہور آدمی تھے۔ کلو خواص کی حویلی میں ایک مسجد بھی انھوں نے تعمیر کرائی تھی، یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ شہر میں تدفین گورنمنٹ نے بند کر دی ہے اور نئی زمین دے کر نیا قبرستان بنا دیا ہے۔ پھر بھی اگر کوئی خاص ضرورت پیش آتی ہے تو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے اجازت لے کر پرانے قبرستانوں میں دفن کر دیا جاتا ہے۔ امام صاحب جامع مسجد[۱] اور چند جوتے والے جامع مسجد کے جنوبی دالان کے نیچے دفن ہوئے مولانا شوکت علی ہرے بھرے کے قریب دفن ہوئے۔ مکی صاحب[۲] شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے قریب دفن کر دیے گئے۔ غرض اس طرح کام چل جاتا ہے۔ آپ کے لیے حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بلا منت غیرے جگہ مل سکتی ہے آپ[۳] فرمائیں تو اُن کے لڑکوں سے کہا جائے۔ وہ بیچارے انکار نہیں کریں گے

۱؎ شمس العلماء مولوی سید احمد

۲؎ میرٹھ کی بھیا فیملی کے ایک ممتاز شخص تھے، دلی کو انھوں نے وطن بنا لیا تھا

۳؎ ملا واحدی صاحب نے تمنا ظاہر کی تھی کہ میں مدینہ منورہ جا کر نہیں مر سکتا تو کم از کم دہلی میں مروں اور درگاہ حضرت سلطان المشائخ میں خواجہ حسن نظامی کے برابر دفن ہوں یا مہندیوں میں زیرِ سایہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

اسی چبوترے پر آپ دفن ہو سکتے ہیں، جس پر حضرت خواجہ صاحب مدفون ہیں اور مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کے ہاں یعنی مہندیوں کے قبرستان میں بھی آپ دفن ہو سکتے ہیں لیکن یہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی اجازت پر موقوف ہے۔ عام طور پر تو اجازت ہو ہی جاتی ہے۔ کوئی مجسٹریٹ ضدی ہو تو نہیں کہا جا سکتا، بہرحال آپ دونوں جگہ کی نیت سے آجایئے، نظام الدین تو صاف ہے اور اگر خدا کو منظور ہے تو مہندیوں میں بھی، دونوں جگہ موزوں اور آپ کی پسندیدہ ہیں جگہ تو آج کل نہ زندوں کو ملنی مشکل ہے۔ مردوں کو دہلی کی سرزمین میں کہیں نہ کہیں دبا ہی دیا جاتا ہے۔

میں اب خیریت سے ہوں، ذرا سردی کم ہو جائے اور زندگی مساعدت کرے تو ڈاکٹر سے دریافت کر کے ہوا خوری کا کوئی وقت تجویز کروں گا، مگر چاقو لگنے کے بعد سے تو اکیلے نکلنے کا بھرم بھی نہیں رہا۔

میں ہوں آپ کا مخلص

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ۔ کوچہ چیلان دہلی ۹ $\frac{1}{54}$ ۶

محترم واحدی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم! خواجہ صاحب مرحوم کے بچے بھی اپنے والد کی طرح میرا بہت لحاظ کرتے ہیں اور مجھے امید نہیں کہ وہ میری بات کو ٹالیں گے۔ لیکن اگر آپ کی مصلحت نہیں ہے تو جانے دیجئے، مجھے بھی کچھ اصرار نہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے جذبات کو قبول فرمائے، اور مدینے ہی میں موت آئے اور وہیں دفن ہونا نصیب ہو، آمین، اللہ تعالیٰ کو سب آسان ہے۔

دماذالکش علی اللہ بعزیز. عبدالعزیز کی یہ غیر بنیادی باتیں اکثر میں نے بھی سنی ہیں، باتیں بہت دلچسپ ہوتی تھیں، کاش ان باتوں میں فحش اور مغلظ گالیاں شامل نہ ہوتیں، آپ کا بیان کردہ لطیفہ میں نے مولانا عارف ہنسوی مرحوم سے بھی سنا تھا، آپ نے تو ایک موٹی سی گالی کہ کر چھوڑ دیا اللہ بخشے انہوں نے تو مجھ کو ان کے پورے الفاظ سنائے تھے اور میں نے بہت توبہ توبہ کہا تھا۔

یہ بھکلانے والی بات تو ان کی بہت پرانی ہے، میاں وہ لوگ اب کہاں جن کی مجلس میں بیٹھ کر متین سے متین آدمی بھی ہنسی پر قابو نہیں پا سکتا تھا۔ حضرت[۲] شاہ صاحب کے قبرستان میں میرے بھی بہت سے عزیز دفن ہیں۔ بہرحال اگر خدانخواستہ آپ دہلی میں مرے اور میں اس وقت تک زندہ رہا تو پوری طرح کوشش کروں گا کہ آپ کو مولانا شاہ ولی اللہ صاحب یا نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ کی زمین میں سپرد خاک کراؤں اور اگر میں اس وقت تک زندہ نہ رہا تو کچھ نہیں کہ سکتا، بہرحال تمنا آپ کی نیک ہے اور میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ وہ تمنا پوری کرے، نظام[۳] المشائخ کا شکریہ تصوف کی چاشنی کم ہے، یہ شاید پاکستان کی آب و ہوا کا اثر ہے

دعا کا طالب:۔ فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ۔ کوچہ چیلان دہلی ۲۶ جولائی ۵۶ء

[۱] مہندیوں والے قبرستان کے مجاور تھے بڑی خوبیوں کے بزرگ تھے۔ ملاحظہ ہو، ملا واحدی دہلوی کی کتاب "میرے زمانہ کی دلی" ص ۲۸۳-۲۸۴- [۲] حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
[۳] ملا واحدی صاحب کا ماہنامہ جو آجکل کراچی سے نکلتا ہے، ۱۹۰۸ء میں دہلی سے جاری ہوا تھا۔ اور آج تک برابر نکل رہا ہے۔

محترم واحدی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم! گرامی نامہ مورخہ ۳۱ ۱/۵۶ کا شکریہ، میاں یہ بھی بہت بڑی بات ہے کہ آپ نے نظام المشائخ کا نام تو باقی رکھ چھوڑا ہے۔ کتابیں تو آج بھی بدون کسی رسالہ کے نہیں چلتیں، کتابیں چھپوانے میں کیا دقت پیش آرہی ہے، آج کل تمام سرمایہ دار تو کراچی میں سمٹ آئے ہیں، کسی کو توجہ دلاؤ کوئی نہ کوئی اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ چھپوا دے گا، پہلی اشاعت ذرا نرم بھاؤ پر دے دو، آگے پھر سنبھال لیجئے گا

حیات سرور کائنات صلی اللہ علیہ[1] وسلم نامی کتاب میری نظر سے نہیں گزری، نہ معلوم کس کی معرفت بھیجی تھی۔ الجمعیۃ والوں کی معرفت اگر آئی تھی تو وہاں کیا پتہ چلتا ہے

ہر کہ در کان نمک رفت، نمک شد

سندھ اور پنجاب میں پیروں کا زور ضرور ہے لیکن تصوف دوسری چیز ہے، اور پیری اور مریدی کا ڈھونگ دوسری چیز ہے۔ اگر کوئی اسلامی حکومت ہوتی تو اس پیری مریدی کی قلعی کھل جاتی، مگر یہ چیزیں آپ کے بس کی نہیں، اسلام کی سادی تعلیم کی اشاعت ہی آپ کی عاقبت بخیر ہونے کے لئے کافی ہے بہرحال ہر تبدیلی میں کوئی راز ہوتا ہے، شاید نظام المشائخ میں عرصہ ہوا حضرت سلطان الاولیاءؒ اور حضرت عبدالوہاب[2] زکریا ملتانیؒ کا ایک

[1] ملا واحدی کی تالیف [2] شاید مولانا کو حضرت بہاؤ الدین زکریاؒ کی بجائے عبدالوہاب زکریا کا نام یاد رہا، مگر وہ بزرگ جن کی حضرت سلطان المشائخ سے ملاقات ہوئی تھی حضرت رکن الدین ملتانیؒ تھے، حضرت بہاؤ الدینؒ زکریا کے پوتے۔

مکالمہ پڑھا تھا وہ مجھے یاد آتا ہے، آپ کی ہجرت کراچی والوں کے حق میں بہتر ہوئی اگرچہ دہلی والے محروم ہو گئے۔ بہرحال قضا و قدر کو کون ٹال سکتا ہے۔
لا معقب لحکمتہ، والسلام جملہ پرسان حال کی خدمت میں سلام مسنون

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ۔ کوچہ چیلان دہلی - ۱۱ اپریل ۵۴ء

محترم واحدی صاحب! دام مجدکم

السلام علیکم! عرصہ سے کوئی خط نہیں لکھ سکا، شرمندہ ہوں، طبیعت کے حالات کچھ ایسے ہی ہیں، کبھی سب کچھ کرنے کو جی چاہتا ہے، کبھی کسی کام کے کرنے کو دل نہیں چاہتا قلم ہاتھ میں لئے بیٹھا رہتا ہوں، ذہن آگے نہیں بڑھتا۔ "آپ کے زمانے کی دلی[۱]" پڑھتا ہوں، پھر جو کچھ آپ قصداً یا سہواً چھوڑ جاتے ہیں، اس پر چاہتا ہوں کہ آپ کو متنبہ کروں، لیکن نہ تو فرصت ہی ملتی ہے نہ دل ہی متوجہ ہوتا ہے، حیات سرور کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دوسری جلد پہنچی، ماشاءاللہ خوب ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، اس عرصہ میں حاجی یونس[۲] آئے اور چلے گئے، غزالی آئے اور چلے گئے، آپ کی خیریت معلوم ہوئی، اس ہی تساہل میں آغا طاہر کے مرنے کی اطلاع بھی نہ دے سکا، بہرحال اس شخص کی سخت جانی قابل ستائش ہے، جو دہلی والوں کے بغیر دہلی میں رہتا ہے، اور اپنی زندگی کے دن پورے کر رہا ہے، امید کہ آپ کے مزاج گرامی مع الخیر ہوں گے۔ حیاتِ سرورِ کائنات کی پیش کش بھی میں نے

[۱] میرے زمانے کی دلی، از ملا واحدی

[۲] مولانا احمد سعید صاحب کے چچا ہوتے ہیں۔

پڑھی اور یہ شعر خاص طور پر پڑھتا رہا، اقبال کا مشہور شعر ہے ؎

از حسابم را تو بینی ناگزیر

از نگاہِ مصطفٰے پنہاں بگیر

کیا کہنے ہیں، ایسا وجد آفریں شعر کم شاعروں کو نصیب ہوتا ہے۔ والسلام

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ۔ کوچہ چیلان دہلی

محترم و مکرم واحدی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم!۔ "حیات سرورِ کائنات صلعم"، کا حصہ اوّل موصول ہوا، جلد بند ھنے کے لئے یہ حصہ دے دیا ہے، جلد بند ھنے کے بعد پڑھوں گا، پھر انشاء اللہ کچھ لکھ سکوں گا، الجمعیتہ سے آپ کا معاملہ براہِ راست رہے تو اچھا ہے، امید کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔ والسلام

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ۔ کوچہ چیلان دہلی

محترمی واحدی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم! جواب بہت تاخیر سے دے رہا ہوں، وجہ یہ ہے کہ میں تفسیر القرآن کو ختم کرنے کی فکر میں تھا، الحمد للہ وہ کام ۱۴ شعبان کو پورا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے مقصد زندگی کو پورا کر دیا، اس عرصہ میں سوائے چند صفحوں کے آپ کی کتاب حیات سرورِ کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھی نہیں پڑھ سکا، تفسیر پوری کرنے کے بعد اس کی طباعت اور صحت وغیرہ کا معاملہ، نیز رمضان المبارک کے استقبال میں مصروف ہوں، اب اگر زندہ رہا اور رمضان خیریت سے گزر گیا تو انشاء اللہ عید بعد کسی اور کام کی

جانب توجہ کروں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ والسلام بپرسان حال کی خدمت میں سلام مسنون

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ۔ کوچہ چیلان دہلی

محترم و مکرم جناب واحدی صاحب زاد اللہ مجدکم

السلام علیکم! کچھ عرصہ ہوا حکیم امتیاز الحق صاحب کے مرنے کی خبر یہاں موصول ہوئی تھی اور ہم لوگوں نے حسب دستور چشتیہ صابریہ[1] دیوبندیہ کے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کر دی تھی، لیکن یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ حکیم امتیاز الحق صاحب ایک دن تشریف لے آئے، ہم لوگ بہت گھبرائے لیکن جب انھوں نے یقین دلایا کہ میں امتیاز الحق ہوں اور ابھی مرا نہیں ہوں تب جا کر ہم لوگوں کی جان میں جان آئی، بہرحال ان کو خوب مچھلی کھلائی گئی، لڑنے میں ان کا نقصان ہو گیا تھا، وہ چاہتے تھے کہ اس کی تلافی ہو جائے۔ لیکن وہ لوگ اب کہاں جن سے چندہ کرایا جاتا، چندہ دینے والے پاکستان چلے گئے۔ غرض جیسے آئے تھے ویسے ہی رخصت کر دیے گئے، اور ان سے یہ عرض کر دیا گیا کہ رمضان شریف میں آئیے اگر موقع ملا تو جو آپ کی قسمت کا ہے کر دیا جائے گا۔

ان کی وہ سابقہ جولانیاں تو ختم ہو گئیں، تاہم زبان چلتی رہتی ہے، آپ کی بہت تعریف کرتے ہیں، میں نے ان سے کہہ دیا کہ واحدی صاحب ہیں بھی تعریف کے قابل، کاش آپ ان کو بھی ساتھ لیتے آتے تو وہ بھی خراب خستہ

[1] اکابرین دیوبند کے شیخ اور پیر طریقت حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (ف ۱۳۱۷ھ ۱۸۹۹ء) تھے اور ان کا سلسلہ چشتیہ صابریہ تھا۔

دہلی کو جو بظاہر آباد اور بباطن برباد ہے، اپنی آنکھوں سے دیکھ جاتے۔ انہوں نے فرمایا واحدی صاحب کا ارادہ تھا مگر پورا نہ ہو سکا، بہرحال ان پر اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا سلام نازل ہو اور آپ کے تمام حاضر باشوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں اترتی رہیں، والسلام، ہم دور افتادگان اور نیازمند ان کا سلام قبول فرمائیے اور دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیے۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہ، کوچہ چیلان دہلی ۱۲ ۹/۵۴

محترم واحدی صاحب زاد اللہ مجدکم

السلام علیکم! گرامی نامہ ۸ ۹/۵۴ء کا شکریہ بھائی مختلف عوارض میں مبتلا ہوں لکھنے کو بہت جی چاہتا ہے لیکن ہمت نہیں پڑتی، کبھی قبض، کبھی سر میں درد، اب کئی دن سے پاؤں کام نہیں دیتے، چلتا ہوں تو آگے گرا پڑتا ہوں، کئی دن سے مسجد تک جانا نصیب نہیں ہوتا، اب آپ خیال فرمائیے بڑھاپے میں جماعت کے ترک ہونے کا کتنا قلق ہوتا ہے — انجکشن لگ رہے ہیں، اول تو حکیم بہت کم ہیں، پھر لڑکوں پر ڈاکٹروں کا اثر بہت ہے، کچھ چوری چھپوا کسی حکیم کی چٹکی پٹکی پھانک لیتا ہوں، غرض زندگی آخری منزلوں کے آس پاس ہے، ایسی حالت میں لکھوں تو کیا لکھوں، پھر قرآن شریف کی طباعت کی فکر دامن گیر ہے، اسی حالت میں لوگوں سے ملنا اور آنا جانا، غرض کچھ ایسے بے ڈھنگے مشاغل ہیں کہ کوئی طویل کام جم کر کرنا مشکل ہے۔ غزالی تو خیر ہمیشہ کا بے وفا ہے، بے وفائی بے رحمی اس کی پرانی عادت ہے لیکن یہ حاجی یونس کو بڑھاپے میں کیا ہو گیا۔ ان کو چاہئے تھا کہ

دہلی دیکھ کر گئے تھے تو آپ کو تفصیلی حالات سناتے، رہے شیدا[1] تو وہ خدا رکھے بچپنے سے رقیق القلب ہیں۔ اور اب تو بڑھاپا ہے۔ اس عمر میں تو ہر ایک روتا ہے۔ غدر ۱۸۵۷ء کے واقعات ہماری دادی اماں سناتی تھیں۔ تو دھاروں رویا کرتی تھیں۔ ان کی والدہ نابینا ہو گئی تھیں۔ دہلی مرحوم کا تذکرہ میرے بچپنے میں کرتی تھیں تو آنسو نہ تھمتا تھا۔

شیدا کا رونا سچا ہے، وہ یہاں بھی جب باتیں کر رہے تھے تو ان کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے، وہ تو میں نے بڑا ضبط کیا ورنہ ساری مجلس رونے لگتی۔ شیدا نے چند منٹ میں ہل چل مچادی، ان کا گلہ تو بے شک میرے سر آنکھوں پر، ان کا گلہ سچا، لیکن اول تو دہلی ذوق کے آدمی آئے دالنے کالے دالنے کو جانتے نہیں، یہ بدعتی عورتوں کی رسمیں ہیں۔ ہم نے تو ماشاءاللہ لا قوۃ الا باللہ پڑھ لیا تھا۔ پھر ان کی کونسی ایسی لمبی عمر ہے جو ان کے لئے کالے دانے جلائے جاتے، میاں کل کی بات ہے۔ وہ میرے ساتھ دریا گنج کی نہر میں نہایا کرتے تھے۔ وہ غوطہ لگا کر ایک نہر سے دوسری نہر[2] میں جا نکلتے تھے۔ مجھ سے اتنا لمبا غوطہ نہیں لگتا تھا۔ کونسی ان کی سو سوا سو برس کی عمر ہو گئی جس کے لئے کالے دانے جلائے جاتے، آپ ان کا شکوہ احباب کو سنائیں تو مہربانی فرما کر میری چند سطریں بھی سنادیں۔ اور میری طرف سے یہ بھی عرض کر دیں۔ کہ اگر شیدا صاحب

---

[1] خواجہ فضل احمد شیدا

[2] دریا گنج کی نہر کے لئے دیکھئے "میرے زمانہ کی دلی" ص ۴۷-۴۸

فرمائیں تو میں ان کو درازیٔ عمر کا ایک تعویذ لکھ دوں یا خواجہ صاحب کا یاحی یا قیوم والا وظیفہ پڑھا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز کرے گا۔ اور پوتوں والا بلکہ پڑپوتوں اور سڑپوتوں والا کرے گا۔ والسلام

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

کوچہ چیلان۔ دہلی۔ ۱۸ ۹/۵۹ء

محترم واحدی! سلام مسنون۔

خط پڑھ کر بڑی مسرت ہوئی۔ بھائی واحدی صاحب بڑے تو ماشاء اللہ آپ ہی ہیں۔ عمر کچھ میری شاید زیادہ ہوگی۔ ہم سب تقریباً بچپنے میں ساتھ ہی کھیلتے تھے۔ میں تو اپنی عمر کا حساب قاضی لطیف الحق سے دریافت کرلیا کرتا ہوں۔ وہ آج کل راولپنڈی میں رہتے ہیں۔ میں اور وہ ایک ہی ہفتے کی پیدائش ہیں۔ دو چار دن کی کمی بیشی ہوگی۔ میں نے اپنا حساب ۱۸۸۳ء کا بنا رکھا ہے۔ انھوں نے ۱۸۸۵ء بتایا۔ بہرحال ۲، یا ۳، سمجھئے۔ اگر بھائی فضل احمد کا حساب صحیح ہے تو وہ یقیناً ہم سب سے بڑے ہیں۔ اور ان کو بڑا ہی سمجھنا چاہیے۔ نہانے کی بات یہ ہے کہ چھوٹے بڑے لڑکے سب ہی مل کر نہایا کرتے تھے۔ میں ان سے کچھ چھوٹا ہی ہوں۔ بہرحال وہ اپنے بچپنے میں جتنے درشت، سخت اور محبت کرنے والوں سے مستغنی تھے اتنے ہی خدا کی شان ہے کہ بڑھاپے میں رقیق القلب ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس

بہترین وصف کو قبول فرمائے، یہ رونا اُن کی نجات کا ذریعہ ہے۔ دِلّی جن سے دِلّی تھی، واحدی! وہ دکان اپنی بڑھا گئے۔ دلّی اب باقی نہیں ہے۔ دلّی اور امرتسر میں کوئی فرق نہیں ہے۔ میں تو گھر سے بہت کم نکلتا ہوں۔ رکشا میں نکلا کہیں آس پاس ہو آیا۔ اب تو ٹانگوں نے ہی جواب دے دیا۔ کمر میں درد رہتا ہے۔ مزید برآں آج کل ایک بال توڑ نکل آیا ہے۔ پھوٹ گیا، مواد نکلتا ہے لیکن کیل نہیں نکلتی۔ احباب کا فقدان، دِلّی کی ویرانی، جیسے کوئی چنبیلی کا درخت ہو اور ببول کے بیچ میں لگا دیا جائے۔ مور کی طرح ناچتا ہوں اور اپنے پاؤں کو دیکھ کر روتا ہوں۔ احباب کا تصور کرتا ہوں۔ اور جگرؔ کا یہ شعر پڑھتا ہوں ؎

یوں زندگی گزار رہا ہوں تیرے بغیر
جیسے کوئی گناہ کئے جا رہا ہوں میں

کبھی کبھی شیخ سعدیؒ کا یہ شعر بھی گنگنا لیا کرتا ہوں ؎

پائے در زنجیر پیش دوستاں
بہ کہ با بیگانگاں در بوستاں

خدا وہ گھڑی لائے کہ آپ کو دہلی آنا نصیب ہو اور آپ سے زندگی میں ایک دفعہ ملاقات ہو۔ اور آپ میرے اس خط کی تصدیق کریں۔ والسلام۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

کوچہ چیلان۔ دہلی ۲۸/۹/۵۷ء

محترم واحدی! زید مجدکم ۔

السلام علیکم ۔ آج اتفاق سے قاضی لطیف الحق صاحب حقی کو خط لکھ رہا تھا ۔ تو آپ کا ذکر بھی اس میں کر دیا ہے ۔ انہیں اشعار بہت یاد ہیں ۔ وہ اپنے خطوط میں اشعار بہت لکھا کرتے ہیں ۔ میرٹھ میں ۱۹۴۷ء کے غدر کے بعد مجھ سے ملے تھے ۔ انھوں نے مجھے عمر کا حساب سمجھایا تھا ۔ جمعہ کی مجلس اور حاجی یونس کی تشریف آوری اور بھائی تفضل احمد کی موجودگی کا حال معلوم ہوا ۔ دلی سے جانے والوں کو دلی کا یاد آنا قدرتی امر ہے ۔ وطن کو اور گھر کو یاد کرنا حیوانی جبلت ہے ۔ جو لوگ دہلی میں بیٹھے ہیں ان کو دلی والوں کا رونا ہے ۔ دلی کا نہیں ۔ پچھلے غدر کے نکلے ہوئے حضرات بے ٹھکانے تھے ۔ تھوڑے عرصہ کے بعد جب امی جمی ہو گئی تو چلے آئے ۔ اگرچہ بعض خاندان آج کے دم تک نہیں آئے ۔ اس غدر میں نکلنے والوں کو ٹھکانا مل گیا ۔ پاسپورٹ کی صورتیں ہو گئیں ۔ واپس آنے کی آزادی اور سہولت باقی نہ رہی، اب کون آتا ہے ۔ دہلی میں مخلوق کی کمی نہیں ہے ۔ آپ کے زمانے کی دلی سے چوگنی آبادی ہے ۔ اللہ خیر رکھے آپ آئیں گے تو دہلی دروازے سے باہر اور اجمیری گیٹ سے باہر مہرولی اور ادھر کھلے تک عمارتیں ہی عمارتیں اور آبادیاں ہی آبادیاں دیکھیں گے لیکن جو چیزیں میں تلاش کرتا ہوں وہ نہیں ملنے کی ۔ آپ اور یہ فقیر ایک دفعہ راشن کی دوکانوں کے سلسلہ میں نئے دریا گنج کو دیکھنے گئے تھے ۔ تو آخر میں آپ نے ایک گلی کے اندر کھڑے ہو کر دریافت کیا تھا کہیئے مولانا!

یہ آبادی کیسی خوش نما ہے۔ تو میں نے عرض کیا تھا۔ واحدی صاحب! کیا کہنے ہیں اس آبادی کے، اس میں اتنے عرصے سے گھوم رہے ہیں۔ لیکن کہیں اللہ کا نام سننے میں نہیں آیا۔ شاید آپ کو یاد ہو، تقریباً بیس برس قبل کی بات ہے۔ جب اللہ رکھے آپ میونسپل کمشنر تھے۔ اور جنگ کی وجہ سے کنٹرول کے سلسلے میں آپ علاقہ دیکھ رہے تھے۔ اور وہاں کوئی دکان مسلمان کو دیتے ہوئے ہچکچاتے تھے تو میں نے آپ کو یہ آیت سنائی تھی۔ فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللَّهِ وَمَا كَانَ لِلَّهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلَىٰ شُرَكَائِهِمْ ۔ ﴿

یعنی جو ہمارے محلے میں ہیں اور جن پر ہمارا حق ہے وہ بھی غیر مسلموں کو، اور غیر مسلموں کے محلے میں جو دکانیں ہیں وہ بھی غیر مسلموں کو۔

یہ آپ کے زمانہ کی دلی میں، میں نے دیکھا تھا۔ اور اب تو یہ میرے زمانہ کی دلی ہے، اس میں تو حق بے حق کا سوال ہی نہیں ہے۔ کیونکہ ہم ایک قوم کی تھیوری کے قائل ہیں۔

سبحان اللہ عما یصفون ﴿ یہ خط بھی بھائی فضل احمد کو سنا دیجئے۔ اور حکیم جو مغزے[1] مل جائیں تو ان کو بھی۔ والسلام

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

مورخہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۵۷ء

---

[1] حکیم اقبال زالحق صاحب۔

محترم واحدی صاحب ! زید مجدکم

السلام علیکم ۔ ۲۷ر اکتوبر کے خط کا شکریہ، یہ اطلاع آپ افسوس کے ساتھ سنیں گے کہ مجھ کو سردی شروع ہوتے ہی قلب کے دورے پڑنے لگے ۔ آج پانچ چھ دن ہو گئے ۔ روز رات کو تین بجے، ڈھائی بجے سردی کا دورہ ہو جاتا ہے ۔ سردی لگتی ہے سانس تیز ہو جاتا ہے اور میں تقریباً ایک گھنٹے، پون گھنٹے بے چین رہتا ہوں، نیند نہیں آتی۔ ہمیشہ اس قسم کے دورے دسمبر جنوری میں ہوا کرتے تھے ۔ لیکن اس دفعہ اکتوبر میں ہی شروع ہو گئے ۔

۱۸۵۷ء کا ذکر چھوڑیئے اس وقت پرانے قلعے، نبی کریم، نظام الدین، چراغ دہلی، مہرولی سب جگہ پناہ مل جاتی تھی ۔ لیکن اس صدی میں تو دور دور پناہ نہیں ملتی۔ دہلی کے بارہ بارہ کوس تک کہیں پناہ کا نام نہ تھا، معلوم ہوتا ہے کہ اُس صدی کی نسبت اِس صدی میں گناہگار زیادہ تھے ۔ دیکھیئے بھائی فضل احمد لاہور سے کب پلٹتے ہیں ۔ وہ آجائیں تو ان کو میرا خط سنا دیجئے گا ۔ خدا جانے قاضی لطیف الحق صاحب نے آپ کو خط لکھا یا نہیں ۔ ہاں اس عمر میں زیادہ محنت نہ کیجئے ۔ مجھ کو بھی ڈاکٹر منع کرتے ہیں ۔ اور بالخصوص اس دورے میں تو کہتے ہیں کہ دل صحیح طور پر خون نہیں پھینکتا، اس لئے خاموش لیٹے رہو لیکن بھائی واحدی دل نہیں مانتا ۔ جب تک زندگی ہے کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑتا ہے ۔ حکیم چوہ مغزے، غزالی، حاجی یونس وغیرہم سے ملاقات ہو تو میرا

سلام کہہ دیجئے۔ والسلام خیر ختام

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ
یکم نومبر سنہ ۱۹۵۷ء

محترم واحدی صاحب!

سلام مسنون! لیجئے جناب آپ اپنے دوست قاضی لطیف الحق صاحب حقّی کا خط ملاحظہ فرمائیے۔ اور ان ---------- کے خط کا جواب دیجئے۔ بھائی فضل احمد نہ معلوم لاہور سے آئے یا نہیں۔ اگر آگئے ہوں تو ان کو میرا سلام کہہ دیں۔ اگر حاجی یونس کبھی آجائیں یا غزالی پلّے پڑ جائیں تو میرا سلام کہدیں۔ اگر حکیم امتیاز الحق عرف حکیم چومغزے زندہ ہوں تو ان سے فرمائیے۔ ایک دفعہ زندگی میں اپنے ہاتھ کی مچھلی پھیر دیکھا کر کھلائیں۔ حقی صاحب کو اشعار بہت یاد ہیں۔ وہ اپنے خطوں میں اکثر اشعار لکھتے رہتے ہیں۔ والسلام

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ
۴ر نومبر سنہ ۱۹۵۷ء

محترمی واحدی صاحب زاد اللہ مجدکم

السلام علیکم۔ گرامی نامہ کا شکریہ، انجام اخبار میں ایک لڑکے کے غرق ہونے کی خبر پڑھی تھی۔ یہ بھی سنا تھا کہ حکیم جمیل خاں[1] لاہور جا رہے ہیں، وہاں سے پشاور تشریف لے جائیں گے

---

[1] مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب کے فرزند۔

مگر نہ تو محمد احمد مرحوم[ل] کے تعلقات کا مجھکو علم تھا اور نہ یہ معلوم تھا کہ یہ لڑکا محمد احمد مرحوم کا پوتا تھا۔ اب ان تعلقات کا حال معلوم ہونے کے بعد بہت ہی افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ غریق پر رحم فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

میری حالت بدستور ہے۔ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا ہے جس میں ستری نہیں لگتی۔ چنانچہ کل ہی شب جمعہ میں رات خیریت سے گزری اور اپنے وقت پر تندرستوں کی طرح اٹھا' یہ بات صحیح ہے۔ کہ ہر بات میں اعتدال کی ضرورت ہے۔ بالخصوص جبکہ انسان کی عمر پچاس سال سے تجاوز کر جائے۔
الحمد للہ قاضی لطیف الحق صاحب کا خط آپ کو مل گیا۔ بچپنے کے دوستوں کی یہی حالت ہوتی ہے کہ وہ آخری عمر میں جب خطاب کرتے ہیں۔ تو کوئی نہ کوئی چبھتی ہوئی بات کہہ دیتے ہیں۔ آج کل تو کسی کی زبان بھی نہیں پکڑی جاتی۔ چہ جائے کہ بچپنے کے دوستوں کی بات۔ حکیم امتیاز الحق صاحب تو مجھ سے وعدہ کر گئے تھے کہ اب کی دفعہ واحدی صاحب کو لے کر آؤں گا۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔ پاکستانیوں کا ہندوستان آنا یا ہندوستانیوں کا پاکستان جانا سفر حج سے کم مشکل نہیں ہے۔ حاجی یونس

[ل] خواجہ محمد احمد صاحب (خواجہ فضل احمد شیدا کے چھوٹے بھائی) حکیم جمیل خاں صاحب کے سمدھی تھے۔ ان کا پوتا یعنی حکیم جمیل خاں کا نواسہ کراچی میں دوستوں کے ساتھ سمندر کی سیر کرنے گیا تھا۔ سمندر نے اس کی جان لے لی۔ مولانا کا اشارہ اس حادثے کی طرف ہے۔ محمد احمد صاحب واحدی صاحب کے قریبی عزیز تھے۔

اور غزالی کے دیدار نصیب ہو جائیں تو ان کو بھی سلام کہہ دیں۔ اور بھائی فضل احمد کی خدمت میں میرا سلام کہہ دیں۔ والسلام۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

۱۵ر نومبر ۱۹۵۷ء

محترم و مکرم جناب واحدی صاحب زاداللہ مجدکم

السلام علیکم۔ آپ کے نسخے کا شکریہ۔ رات کو سوتے سوتے ایک دم سردی لگتی ہے۔ ڈاکٹر کہتے ہیں یہ قلب کا دورہ ہے۔ حکیم کہتے ہیں معدہ کی تبخیر ہے۔ تقریباً ایک گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے بے چین رہتا ہوں، ہیٹر جلاتا ہوں۔ سانس تیز ہو جاتا ہے۔ یہ علوی خانی جوارش بنواؤں پھر استعمال کروں گا۔ اور اس کے اثر سے آپ کو مطلع کروں گا۔ خوشی کی بات ہے کہ قاضی لطیف الحق صاحب سے آپ کی خط و کتابت جاری ہو گئی، اور ایک پرانے دوست سے آپ کی ملاقات ہو گئی۔ اس عمر میں کیا کبیدگی ہو گی، وہ جوانی کی بات تھی، اب نہ وہ جوانی ہے نہ وہ غصہ ہے۔ اور آپ تو کبھی جوانی میں بھی کبیدہ نہ ہوتے تھے۔ بلکہ صبر و تحمل سے کام لیتے تھے۔ قاضی صاحب کی بات تو صحیح ہے لیکن طرز ادا بھونڈا ہے۔ غزالی صاحب جب آیا کریں ان کو سلام کہہ دیا کیجئے۔ اور حاجی یونس کو بھی سلام کہہ دیا کیجئے۔ اور بھائی فضل کو ہر خط میں میرا سلام لکھ دیا کیجئے۔ والسلام خیر ختام

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

۳۰ر نومبر ۱۹۵۷ء

محترم واحدی صاحب زاد اللہ مجدکم

السلام علیکم ۔ ۳۰ر نومبر کا گرامی نامہ موصول ہوا حکیم علوی خاں والی دوا استعمال کر رہا ہوں ۔ الحمد للہ کئی دن سے محفوظ ہوں دورہ نہیں پڑا تھا ۔ لیکن خدا جانے کل کیا ہوا ، رات کو ایک بجے دورہ پڑ گیا ۔ سردی بھی معلوم ہوئی ۔ اور سانس بھی تیز ہو گیا ۔ تقریباً ڈھائی گھنٹے تکلیف رہی اور صبح ہوتے نیند آئی ۔ آنکھ بھی دیر سے کھلی ، پرسوں ایک چھوٹی سی بیسنی روٹی کھائی تھی ۔ کل کھانے کے بعد دو کیلے کھائے تھے ۔ کل سے قبض تھا ، اس سے زیادہ کوئی بد پرہیزی یاد نہیں آتی ۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے ۔ چھ سات دن کے آرام کے بعد یہ تکلیف کیوں ہوئی ؟ ابھی تک قبض ہے ۔ آج صبح کروسچین سالٹ کے ڈو تین چمچے گرم پانی میں ڈال کر پئے ہیں ۔ بھائی فضل احمد کو جب خط لکھیں ۔ میرا اسلام لکھ دیا کیجئے ۔ باقی غزالی ، حاجی ، حکیم چومغزے ملا کریں تو ان سے سلام عرض کر دیا کیجئے ۔ خدا جانے میاں خضر شکاری[1] کہاں ہیں ۔ ؟ والسلام

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ ۱۵-۱۲-۵۶ء

محترم واحدی صاحب زاد اللہ مجدکم

السلام علیکم ! ۲۲ر دسمبر کے گرامی نامہ کا شکریہ ، قبض کی شکایت مسلسل جاری ہے ۔ ریاحی بواسیر کا زور ہے ۔ کل سے روغن بادام کا استعمال

---

[1] خضر حسین کوچہ چیلان میں رہتے تھے مچھلی کا شکار بہت کھیلا کرتے تھے ۔ شعر بھی کہتے تھے ۔ عام اشعار میں تخلص خضر ہوتا تھا اور مزاحیہ اشعار میں جھنجھٹ ۔

کر رہا ہوں۔ ٹھنڈ کا دورہ تقریباً روز ہو جاتا ہے۔ رات کو ساڑھے گیارہ بجے دورہ ہوا۔ سردی لگی اور سانس تیز ہو گیا۔ غرض میرا مرض ایک تماشا بنا ہوا ہے۔ ایک طرف بڑھاپا، اس پر یہ مرض، کوئی کہتا ہے۔ قلب کا دورہ ہے۔ حکیم علوی خاں والا نسخہ میرے پاس سے گم ہو گیا۔ مہربانی فرما کر ایک نقل اس کی بھیج دیجئے اور یہ فرمایئے کہ روغن بادام ملا کر اس معجون کو کھا لیا کروں۔ خضر حسین[1] کی موت اور مرزا مشتاق[2] کی موت سے بہت افسوس ہوا۔ یہ لوگ بچپنے کے دوست تھے۔ سرفراز[3] کے مرنے کا حال پہلے معلوم ہو چکا تھا۔ خان صاحب اشرف[4] خان کے مرنے کا حال آپ کے خط سے ہی معلوم ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ اللہ تعالےٰ مرنے والوں کو غریق رحمت فرمائے۔ اور جو زندہ ہیں ان پر اپنا فضل فرمائے۔ اب ان حضرات سے عالم ارواح میں یا میدانِ حشر میں ملاقات ہوگی۔ والسلام۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہ

۲۹ ر دسمبر ۱۹۵۷ء

---

[1] خضر حسین المتخلص بہ "خضر" و "جھنجٹ" [2] محمد مرزا صاحب المتخلص بہ مشتاق مولانا راسخ دہلوی کے شاگرد تھے۔ چاندنی چوک میں آئینوں کی دکان تھی [3] سرفراز الحق حکیم امتیاز الحق صاحب کے چھوٹے بھائی تھے [4] اشرف خان ایک اللہ والے انسان تھے۔ مسجدوں کی خدمت کا شوق تھا۔ کراچی کے مارٹن روڈ کوارٹروں میں بھی موتی مسجد ان کی یادگار ہے۔

محترم واحدی زید مجدکم

السلام علیکم۔ آج آپ کا خط آیا۔ اور حسن اتفاق ملاحظہ ہو کہ پرسوں آپ کا سابقہ خط قالین کے نیچے سے نکل آیا۔ الحمد للہ علیٰ احسانہ آج لطیف الحق کا خط بھی آیا ہے۔ چند چیدہ اشعار ہیں اور بڑھاپے کے اثرات کا ذکر ہے۔ میں نے بھی ۱۸۸۸ء ہی اپنی پیدائش کا سال مقرر کر لیا ہے۔ میں چاہتا تھا کہ آپ سے اور آصف علی سے کمال علمی میں بڑا نہ ہوں تو عمر میں تو بڑا ہو جاؤں مگر قاضی لطیف الحق کے سمجھانے سے میں نے بھی ۱۸۸۸ء ہی طے کر لیا ہے اماں مرحوم فرمایا کرتی تھیں مدار کے مہینہ میں پیدا ہوا تھا۔ خدا جانے ۱۸۸۸ء میں مدار کے مہینے یعنی جمادی الاول میں انگریزی مہینہ کونسا تھا[1]۔ کاش آپ میری اس معاملہ میں رہنمائی فرمائیں۔ جب میاں آصف ابا کے پاس زینت المساجد میں پڑھا کرتے تھے تو میں ان کو آبدست کرایا کرتا تھا........ پانی ڈالا کرتا تھا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ میں ان سے دو سال بڑا ہوں گا۔ کیونکہ یہ کام بڑے لڑکے کر سکتے ہیں۔ لیکن اب میری رائے بدل گئی۔ اور میں قاضی لطیف الحق کی تحقیق کو تسلیم کرتا ہوں۔ بھائی فضل احمد، حاجی یونس

---

[1] جنوری ۱۸۸۸ء میں جمادی الاول ۱۳۰۵ھ تھا۔ لیکن واحدی صاحب مولانا کی پیدائش ۱۸۸۵ء کے لگ بھگ بتاتے ہیں۔ ۱۷ر مئی ۱۸۸۸ء خود واحدی صاحب کی تاریخ پیدائش ہے اور ۱۰ر مئی ۱۸۸۸ء مسٹر آصف علی مرحوم کی تاریخ پیدائش ہے۔ واحدی صاحب کہتے ہیں کہ مولانا دو تین برس ہم دونوں سے ضرور بڑے ہیں۔

غزالی اور دیگر پرسان حال کی خدمت میں سلام مسنون۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہ

۱۱ر جنوری ۱۹۵۸ء

محترم واحدی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم۔ ۸ ار جنوری کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ میں نے اپنی ولادت کا حساب ۱۸۸۳ء لگایا تھا میونسپلٹی کا ریکارڈ پچھلے ہنگاموں میں تلف ہو چکا ہے۔ اس لئے باضابطہ کوئی ثبوت میرے پاس نہ تھا۔ البتہ مدار کا چاند یعنی جمادی الاول مجھے یاد تھا اور یہ بھی یاد تھا کہ قاضی لطیف الحق حقی اور میں ایک ہی مہینے میں پیدا ہوئے ہیں۔ ۱۹۴۷ء کے انقلاب کے کچھ دن بعد اتفاق سے میری میرٹھ میں اُن سے ملاقات ہوگئی۔ انھوں نے بڑے وثوق سے ۱۸۸۸ء پیدائش کا سال بتایا اور میرے سابقہ خیال کو متزلزل کردیا۔ چنانچہ پاکستان سے ان کے جو خط آئے ان میں بھی کچھ دنوں یہی بحث رہی۔ اور بالآخر میں نے ۱۸۸۸ء پر پختہ رائے قائم کرلی۔ اور مظہر اللہ[1] تاریخی نام بھی نکال کر بیٹھ گیا لیکن آپ کے خط نے پھر مجھے شک میں ڈال دیا۔ یہ اندازہ شاید آپ نے آصف صاحب کے واقعہ سے لگایا۔ کہ جب میں اُن کو آبدست کراتا تھا۔ تو میں یقیناً ان سے بڑا ہوں گا۔ اور آپ اور وہ چونکہ ایک ہی سنہ کی پیدائش

---

[1] مولانا نے "مظہر اللہ" تاریخی نام تجویز کیا جس سے ۱۲۱۱ھ / ۱۷۹۶ء نکلتے ہیں۔ مولانا کو تاریخی نام تجویز کرنے میں تسامح ہوا۔

ہیں۔ جیساکہ میرے زمانہ کی دلّی میں آپ نے لکھا ہے۔ تو میں آپ سے بھی بڑا ہوں اور ان سے بھی۔ فیا للعجب، غرض آپ نے پھر پختہ خیال کو میرے ہلا دیا۔ اب آپ مہربانی فرماکر حقّی صاحب سے دریافت کیجئے۔ یہ تو طے شدہ امر ہے کہ یہ فقیر اور حقّی صاحب ایک ہی مہینے کی پیداوار ہیں۔ جس طرح آپ اور آصف صاحب ایک ہی سن کی پیداوار ہیں۔ اب ذرا مقطع میں سخن گسترانہ بات آپڑی ہے۔ تو حقّی صاحب سے اس کو حل کرلیجئے۔ اگر میرا اندازہ صحیح ہے تو میں پانچ سال بڑا ہوتا ہوں، ورنہ پھر ہم اور آپ اور آصف صاحب مرحوم سب ہم عمر ہیں (واللہ اعلم) میں آپ کی علمی اور تاریخی تحقیقات سے توقع کرتا ہوں کہ آپ حقّی صاحب سے باہمی مشورہ کرنے کے بعد میری خلش کو دور کرکے ممنون فرمائیں گے۔

خدا کرے بھائی فضل احمد کو ویزا مل جائے تو اس دفعہ ان پر سے کالا دانہ اتار دوں گا۔ چھٹپنے میں بھی ان کو نظر لگ جاتی تھی۔ خیر جب تو وہ نظر لگنے کے قابل تھے۔ مگر خدا کی شان ہے بڑھاپے میں بھی ان کو نظر لگتی ہے۔ حالانکہ ہم بھی بوڑھے ہیں لیکن ہم کو کوئی نگاہ اٹھاکر بھی نہیں دیکھتا، یہاں تو حالت یہ ہے ؎

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواج یزید
دین حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

غزالی اینڈ کو، کی خدمت میں سلام۔ حاجی یونس۔ چومغزے حکیم جی کو سلام۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ
۲۵ جنوری ۱۹۵۸ء

محترم واحدی صاحب! زید مجدکم

السلام علیکم، ۱۲ر رجب کے خط کا شکریہ، میں نے حقی صاحب کو لکھ دیا ہے۔ دیکھیے وہ آپ سے کیا خط و کتابت کرتے ہیں۔ آپ کا معاملہ تو صاف ہے۔ اب میری اور حقی صاحب کی بات ہے۔ میرے حساب سے پانچ سال کا فرق پڑتا ہے۔ کچھ لکھا ہوا ہوتا تو مجھ کو بھی پیش کرنے میں کوئی عذر نہ ہوتا۔ یا کوئی اپنا بڑا بوڑھا زندہ ہوتا تو میں معلوم کر لیتا۔ نہ اماں ہیں نہ ابا ہیں۔ پاس پڑوس کا بھی کوئی بڑا نہیں۔ نہ حافظ آفاق ہیں[۱]۔ نہ حافظ عبدالوہاب[۲]۔ ان سب لوگوں کے مکانوں میں شرنارتھی آباد ہیں اس لئے میں بالکل ہی تہی دست و تہی داماں ہوں۔ کچھ موت کی نذر ہو گئے اور کچھ پاکستان کی بھینٹ چڑھ گئے۔ اتنا جانتا ہوں کہ حاجی یونس سے بڑا ہوں۔ اگرچہ وہ میرے چچا ہیں لیکن میری عمر اُن سے زیادہ ہے۔ کبھی ملاقات ہو تو اُن سے بھی ان کی عمر معلوم کیجیے۔ بہر حال اب آپ کے اور قاضی صاحب کے رحم و کرم پر ہوں۔ چار پانچ سال بڑا کراؤ۔ یا چار پانچ سال چھوٹا کراؤ۔ غرض اب میرا چھٹاپا اور بڑاپا آپ دو حضرات پر موقوف ہے۔ جعل اللّٰہ یحدث بعد ذالک امراً۔ اگر زندہ رہا تو اب کے سال دو عیدیں دیکھوں گا ایک رمضان کی عید اور ایک بھائی

---

[۱] حافظ محمد آفاق دلی کے مشہور حافظ تھے۔ قرآن مجید کی صحت پر ان سے مُہر لگوائی جاتی تھی۔ واحدی صاحب کے عزیز تھے۔

[۲] حافظ عبدالوہاب واحدی صاحب کے حقیقی پھوپا تھے۔

فضل احمد کی دید ے

عید گاہِ ما غریباں کوئے تو
انبساط عید دیدن روئے تو

بھائی فضل احمد کو جب دیکھتا ہوں تو مجھے دریا گنج کی نہر اور اس میں نہانا یاد آجاتا ہے۔ اور اُن کا غوطہ کھا کر دوسری نہر میں نکلنا بھی یاد آتا ہے۔ اور اپنی بے لبسی اور کم ہمتی بھی یاد آتی ہے کہ یہ کام مجھ سے نہ ہوسکتا تھا اور وہ کر گزرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو خوش رکھے۔ حاجی یونس سے ملاقات نہ ہو تو غزالی سے کہئے وہ حاجی یونس سے ان کی عمر دریافت کر دے گا۔ میرا سلام بھی کہہ دیجئے۔ غزالی کو سلام، حکیم جی اگر زندہ ہوں تو اُن کو بھی سلام۔

میری طبیعت اب کی سردیوں میں کم خراب ہوئی۔ سردیاں بھی کم پڑیں۔ چار پانچ روز سے دونوں شانوں اور مونڈھوں کے درمیان درد ہے۔ کوئی ریاحی بناتا ہے اور کوئی وٹامن کی کمی بتاتا ہے۔ بہر حال خاصی اچھی تکلیف میں مبتلا ہوں۔ دعا کا طالب ہوں۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ
۸ر فروری ۱۹۵۸ء

محترم واحدی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم۔ دو تین برس کا چھوٹا پا پڑا پا ہی کیا۔ اگر بڑھاتے ہو تو کم از کم پانچ برس تو عمر میں بڑھاؤ۔ بہر حال آخری فیصلہ حقی صاحب

سے گفتگو کرکے ہوگا۔ اور وہ آپ کو پانچ برس کی بڑھوتری پر آمادہ کر لینگے
بھائی فضل احمد تشریف لائے تھے۔ انھوں نے صفائی سے کہہ دیا۔
میں ۱۸۸۵ء کی پیدائش ہوں۔

میں نے کھانے پر مدعو کیا مگر انھوں نے تاریخ مقرر کرنے کی بجائے
یہ کہہ دیا کہ میں کسی دن کھانے کے وقت آجاؤں گا۔ میں آج کل کارپوریشن
کے معاملہ میں مشغول ہوں اس لیے کھل کر بات کا موقعہ نہیں ملا۔ کل
انشاء اللہ زندہ رہا تو ان کی قیام گاہ پہ جاؤں گا۔ پھر شاید تشریف
لائیں اور بات کا موقع ملے۔ ان میں بچپنے کی تلون مزاجی ہے۔ آئے
اور گئے۔

نشتر[1] صاحب خوب آدمی تھے۔ اللہ تعالے غریق رحمت کرے
صاحبزادے[2] صاحب کے فیض یافتہ تھے۔ صاحبزادے صاحب کو
جمعیۃ علماء ہند سے انھوں نے قریب کیا تھا جمعیۃ کے ایک اجلاس
میں صاحبزادے صاحب صدر استقبالیہ تھے۔ آج نہ صاحبزادے ہیں
نہ نشتر صاحب ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو غریق رحمت کرے اور ان کے
درجے بلند فرمائے۔ حاجی یونس، غزالی اینڈ کو، حکیم جو مغز اور
دوسرے پرسان حال کی خدمت میں سلام مسنون۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ مورخہ ۲ر فروری ۱۹۵۸ء

---

[1] سردار عبدالرب نشتر (ف ۱۹۵۸ء) [2] صاحبزادہ سر عبدالقیوم (ف ۱۹۳۷ء)
صوبہ سرحد کی ممتاز شخصیت تھی۔ اسلامیہ کالج پشاور صاحبزادے صاحب
مرحوم ہی کی کوشش کا نتیجہ ہے۔

محترم واحدی صاحب، زاد اللہ مجدکم

السلام علیکم۔ گرامی نامہ ۲۰؍ مارچ کو موصول ہوا تھا خیال تھا کہ جلدی جواب لکھ دوں گا۔ مگر رمضان المبارک کی آمد آمد میں رہ گیا۔ روزے شروع ہوئے۔ تیسرے چوتھے روز سے اسہال شروع ہو گئے۔ روزے رکھتا رہا۔ قرآن بھی سناتا رہا۔ مگر دو تین دست ضرور آتے رہے۔ ایک دن افطاری کے وقت تھوڑا سا دہی کھا لیا۔ اس دن بہت دست آئے۔ کل روزہ نہیں رکھا۔ دن بھر فاقہ کیا۔ حکیم صاحب کو دکھایا انھوں نے ہضم کی خرابی تجویز کی۔ جوارش مصطگی اور جوارش جالینوس کھانے کو قرص پودینہ کے ہمراہ دی۔ نرم غذا بتائی۔ رات کو کھچڑی کھائی۔ مگر کھانے کے بعد پھر دست آئے اور تقریباً ایک بجے تک دستوں کا سلسلہ جاری رہا۔ صبح کی نماز کے وقت پھر دست آیا۔ آج پھر روزہ نہیں رکھا۔ حکیم علوی خاں کی کمونی بھی کھا رہا ہوں۔ مگر تا دم تحریر کوئی اطمینان کی بات نہیں ہے۔ آج خیال ہے کہ حکیم شریف الدین البقائی کو جمعہ کی نماز کے بعد بلا کر دکھاؤں۔ اپنی سمجھ کچھ کام نہیں کرتی۔ آپ سے دعا کی درخواست کرتا ہوں۔ بھائی فضل احمد صاحب کو میرا سلام لکھ دیجئے وہ جو کچھ بھی ہیں۔ اس زمانے کے اچھے لوگوں میں سے ہیں۔ قاضی صاحب کو خود چھیڑیئے تب کھلیں گے۔ ان کے خط میں اردو فارسی کے اشعار بہت ہوتے ہیں۔ وہ بھی آپ کی دعا سے خوب آدمی ہے۔ پھنسی کو تو آپ کی دعا

لے بازار چتلی قبر میں انکی عطاری کی دکان ہے۔ دکان ہی پر مطب بھی کرتے ہیں۔

سے آرام ہے۔ مگر دست کی تکلیف بہت تکلیف دہ ہے۔ اس میں آپ کی دعا کی ضرورت ہے۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

مورخہ ۴ ر اپریل ۱۹۵۸ء

محترم واحدی صاحب! زید مجدکم

السلام علیکم، الحمدللہ رمضان گزر گئے۔ عید بھی خیریت سے گزر گئی۔ خدا جانے حضرت حق تعالے نے روزے قبول فرمائے یا نہیں۔ حضرت حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ انا عند ظن عبدی بی۔ میرا ظن یہی ہے کہ روزے اس نے قبول فرمائے ہوں گے۔ کیونکہ وہ کسی کے اجر کو ضائع نہیں کیا کرتے۔

مئی کی گرمیوں میں رائے پور کا ایک سفر بھی کر آیا۔ مدھیہ پردیش کی جمعیۃ علمار کے اجلاس کا صدر منتخب کیا گیا تھا۔ صدارت کے فرائض انجام دیئے اور الحمدللہ زندہ واپس آ گیا۔ صرف ایک روز ناگپور میں طبیعت بے چین رہی۔ مگر اجابت کے بعد نیند آ گئی۔ گرمی ایک سو سولہ تھی۔ مگر سفر میں ٹھیک رہا۔ سفر کی تکان اور کمزوری ضرور محسوس ہوئی۔ اب دہلی میں ہوں اور قرآن شریف کا ترجمہ کشف الرحمٰن اور تیسیر القرآن اور تسہیل القرآن کی طباعت کا فکر دامن گیر ہے۔ حاجی یونس سے دریافت کیجیے۔ وہ کچھ مدد کرنے کو تیار ہیں یا نہیں۔ اور غزالی صاحب سے دریافت کیجیے کہ وہ بڑے وعدے کر گئے تھے اُن کا کیا ہوا۔

آپ کو ویزا نہیں ملا، افسوس ہوا، اب کی دفعہ پہلے سے کوشش کیجئے۔ اور حضرت سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی سترھویں میں شرکت کیجئے۔ میں نے آپ کا بچپنا دیکھا ہے۔ جوانی بھی دیکھی ہے۔ اب چاہتا ہوں آپ کو بڑھاپے میں بھی دیکھ لوں۔ خدا جانے کل کیا ہو۔ بہر حال حکیم امتیاز الحق صاحب، غزالی صاحب، حاجی یونس صاحب، بھائی فضل احمد صاحب کی خدمت میں سلام مسنون پہونچا دیجئے۔ آپ کو تعجب ہوگا کہ عید کے بعد سے میں نے اب تک کوئی دوا استعمال نہیں کی۔ کھانے کے بعد شہد خالص یا خربوزہ یا پپیتا کھا کر گزارتا ہوں اور آج کل یہی زندگی کی گزران ہے۔ دیکھئے آگے مقدر میں کیا لکھا ہے۔ زیادہ دوائیوں کا استعمال بھی اچھا نہیں ہے۔ طبیعت کو حضرت حق تعالےٰ کے سپرد کئے بیٹھا ہوں۔ وھو المستعان وھو الرحمٰن الاکبر۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

مورخہ ۲۰ مئی ۱۹۵۸ء

محترم واحدی صاحب دام مجدکم

السلام علیکم۔ آپ کا خط مجھے ابھی چار بجے ملا۔ پچھلے دنوں سنا تھا۔ روحہ[۱] بیمار ہیں۔ خواجہ بانو کراچی گئی ہیں۔ میاں حسن[۲] کو ویزا نہیں

۱؎ خواجہ حسن نظامی مرحوم کی صاحبزادی ۲؎ خواجہ حسن نظامی مرحوم کی اہلیہ۔
۳؎ خواجہ حسن نظامی مرحوم کے صاحبزادے اور جانشین خواجہ حسن ثانی نظامی ایڈیٹر منادی

ملا۔ یہاں معلوم ہوا اخبار والوں کو ویزا نہیں ملتا۔ میاں حسن مجبور ہو گئے۔
بہرحال ان کی والدہ محترمہ تشریف لے گئیں۔ اگر آپ کو روحہ کا حال معلوم
ہو تو لکھئے اور یہ بھی بتایئے کہ روحہ کیا بیمار ہیں؟ اب ان کی حالت کیا
ہے؟ میاں حسن تو اطمینان دلاتے ہیں۔ بہرحال ممنون ہوں گا۔ اگر
آپ اس معاملہ میں مجھے مطلع فرمائیں گے اور خواجہ بانو سے مل کر حال
معلوم کریں گے۔ غزالی کو تو کیا دلچسپی ہو گی کشف الرحمان سے۔ البتہ
حاجی یونس قدرے مذہبی آدمی ہیں۔ وہ شاید کوئی دلچسپی لیں۔ آپ دہلی
ضرور آئیں۔ کوشش کیجئے یہ بات مجھے بھی نہیں معلوم کہ ویزا کس طرح
ملتا ہے۔ اب کئی کیس جمع ہو گئے ہیں۔ اب معلومات بہم پہنچا کر کچھ سعی
کروں گا۔ مگر آپ کوشش کرتے رہیئے۔

یہ سچ ہے کہ آپ کی دعا سے آج کل تندرست رہتا ہوں۔ گرمیوں
میں نسبتاً اچھا رہتا ہوں۔ آپ ایک دفعہ دہلی آجائیں تو اچھا ہی ہے
کم از کم عبرت اور ایقان اور روحانیت میں اضافہ ہو جائے گا۔ آئندہ
سترھویں سردیوں میں ہو گی۔ خدا جانے میں جب تک زندہ رہوں گا
یا نہیں۔ اور اگر زندہ رہا تو تندرست ہوں گا یا بیمار۔ بہرحال اگر
زندہ رہا اور تندرست بھی رہا تو آپ سے مل کر مجھے بہت خوشی ہو گی۔
بھائی فضل احمد کو ہمراہ نہ لایئے گا۔ وہ آپ کی تفریح کو رد کر
مکدر کر دیں گے۔ ہم اگرچہ موت کے قریب ہیں لیکن الحمدللہ زندہ دل
ہیں۔ اور ہم کو یقین ہے کہ ہم ایسی زندہ دلی اور خندہ پیشانی سے

اپنے پروردگار کے ساتھ ملاقات کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ والسلام
فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

مورخہ ۵ رجون سنہ ۱۹۵۸ء

محترم ومکرم جناب واحدی صاحب زاد اللہ مجدکم

السلام علیکم، گرامی نامہ کا شکریہ، حدیث قدسی انا عند ظن عبدی بی۔ حضرت حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوں۔ بھائی میں تو ان سے یہی گمان رکھتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ رحمت کا معاملہ فرمائیں گے۔ گنہ گار ہوں لیکن ان کی رحمت سے ناامید نہیں ہوں۔ ساری زندگی خوش طبعی میں گزری، ان شاء اللہ تعالیٰ خوش طبعی کے ساتھ موت بھی آئے گی اور اللہ تعالیٰ ہمارے گمان کے موافق ہم سے معاملہ فرمائیں گے اور ہم کو خوش کر دیں گے۔[1] ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اب احباب کی کمی ہے۔ اس لئے تنہائی پسند ہو گیا ہوں۔ اکثر خاموش رہتا ہوں۔ موقعہ ملتا ہے اور کوئی پرانا دوست آنکلتا ہے تو خوش طبعی کے ساتھ ہنستا بولتا ہوں۔ مذاق بھی کرتا ہوں اور مذاق سہتا بھی ہوں۔ البتہ فحش مذاق سے احتیاط کرتا ہوں۔ ہماری مجلس میں ایک اسمٰعیل غوری ہیں۔ جو ٹیا محل کے رہنے والے ہیں۔ ان کا کلام فحش ہوتا ہے۔ یا پھر حکیم عبدالسلام زئی ہیں۔ جو کبھی کبھی، ان سے

[1] مولانا صاحب نے جناب باری تعالیٰ کیلئے جمع کا صیغہ استعمال فرمایا ہے۔ دیوبندی حضرات اللہ کے لئے عموماً جمع کا صیغہ ہی استعمال کرتے ہیں۔

اُلجھ جاتے ہیں اور لغو گوئی شروع ہو جاتی ہے۔ ورنہ خاموشی پسند ہوں اور عام طور سے خاموش رہتا ہوں۔ ملک کی تقسیم سے خاص اثر ہوا ہے اور قلب بجھ گیا ہے۔ لیکن پھر بھی کوئی پرانا دوست مل جاتا ہے۔ تو طبیعت شگفتہ ہو کر اپنی پرانی باتیں دہراتی ہے۔ اس لئے میں نے عرض کیا تھا۔ کہ بھائی فضل احمد اگر نہ رونے کا وعدہ کر لیں تو ان کو ہمراہ لے آیئے ورنہ معاف فرمایئے۔ اللہ بخشے ہماری اماں کہا کرتی تھیں۔ کسی بادشاہ نے وزیر سے پوچھا۔ وزیر اگر مصیبت آئے تو کس طرح گزارے؟ اس نے کہا۔ جہاں پناہ ہنس کھیل کر گزار دے۔

میاں واحدی! ملک کی تقسیم نے ہم کو مصیبت زدہ کر دیا ہے ہنس کھیل کر وقت گزارتے ہیں۔ رونا ہوتا ہے تو کسی اچھے گانے والے کو لے کر حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر جا کر رو آتے ہیں۔ چند دنوں کے لئے دل میں سکون ہو جاتا ہے۔ اور کبھی اولیا مسجد میں روٹی کھائی اور واپس چلے آئے۔ غرض تفریح بھی مختصر دس بیس روپے کا کھیل لیتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے لڑکے اچھی ہو گئیں۔ اللہ ان کو زندہ رکھے وہ مع الخیر ہیں۔ بھائی فضل احمد کو میرا سلام کہلا دیجیئے۔ اور کراچی والوں کو بھی سلام کہہ دیجئے۔ سترھویں تک زندہ رہا اور آپ کو ویزا مل گیا تو انشاء اللہ ملاقات ہو جائے گی۔ ورنہ عالم برزخ میں ملاقات ہو گی اور قیامت میں ساتھ ہوگا۔

موفی، حاجی محمد یونس، چو مغزے اگر زندہ ہوں تو ان سب کو سلام پہنچا دیجیے والسلام خیر ختام۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

مورخہ ۷ جون ۱۹۵۸ء

آخر میں حضرت فاروق اعظمؓ کا ایک شعر سن لیجیے یہ شعر انھوں نے اپنی زندگی کے آخری لمحات اور دوران وصیت میں اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے سامنے پڑھا تھا۔

ظلوم لنفسی غیر انی مسلم
اصلی الصلوٰۃ کلھا و اصوم

میاں واحدی! سوائے اسلام کے اور ٹوٹی پھوٹی نمازوں کے اور بالی پڑے بلکہ دڑاڑیں پڑے روزوں کے اپنے پاس اور کیا رکھا ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سہارے جا رہے ہیں اپنے اور بڑی امیدیں لے کر جا رہے ہیں۔

محترمی واحدی صاحب! السلام علیکم

مورخہ ۱۳ جون ۱۹۵۸ء کے خط کا شکریہ، خدا جانے آپ کے دبیزے کا کیا حشر ہوا۔ میری خواہش یہ ہے کہ ایک دفعہ آپ زندگی میں دہلی ضرور دیکھ جائیں ؂

چشم عبرت بیں کشا و حال شاہاں را نگر
تا چناں از گردش گردونِ گرداں شد خراب

پردہ داری می کند بر قصر قیصر عنکبوت
بوم نوبت می زند بر گنبد افراسیاب

اگر ہو سکے تو امتیاز الحق صاحب کو بھی اپنے ہمراہ لیتے آیئے۔
یوں تو آپ کے بچے کھچے خادموں میں سے کوئی نہ کوئی یہاں آپ کو مل جائے گا۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ کوئی اپنا اردلی وہاں سے لیتے آئیں۔
تاکہ آپ کو آرام ملے۔ شام کو کچھ لوگ آتے تو ہیں مگر اس صحبت سے کچھ شگفتگی نہیں ہوتی۔ خلیفہ عوض ہیں پیر جی محمد صدیق ہیں۔ غوری پہلوان۔ عبدالحمید تیلی۔ غرض اسی قسم کے دو چار آدمی آجاتے ہیں کوئی مناسب تعلیم یافتہ شستہ آدمی نہیں آتا۔ البتہ جمعہ کے روز جو حضرات تشریف لاتے ہیں ان میں بعض آدمی اچھے بھی ہوتے ہیں۔
بہرحال آپ تشریف لائیں گے تو خود ملاحظہ فرمائیں گے کہ میری زندگی کن لوگوں میں گھری ہوئی ہے لیکن خوش ہوں اگرچہ خاموش ہوں۔
اگر ویزے میں کچھ تردد ہو تو یہاں کوشش کی جائے؟ والسلام
چو مغز سے حکیم جی، غزالی عرف مورنی اور بھائی فضل احمد کی خدمت میں سلام مسنون۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

مورخہ یکم جولائی سنہ ۱۹۵۸ء

محترم واحدی صاحب! السلام علیکم
آپ کے خط مورخہ ۸ رجولائی سنہ ۵۸ء کا شکریہ، پاکستان میں،

شاید آپ کی مالی حالت اچھی نہیں رہی۔ کچھ خوش حالی روپے کی فراوانی اور مرفہ الحالی نہیں ہے۔ بہر حال رزق مقدر مقسوم ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے اور آپ پھر روپیہ جمع کر سکیں۔ اور میری زندگی میں ایک دفعہ دلّی دیکھ جائیے۔ میرے مرنے کے بعد آئے تو کیا آئے۔ ع

بجنازہ گر نیائی بہ مزار خواہی آمد

ہمارے ایک دوست اپنے والد کو بہت پریشان کیا کرتے تھے ان کے والد میرے وعظ میں آیا کرتے تھے۔ آدمی پیسے والے تھے۔ انھوں نے کہا میرا لڑکا مجھے بہت پریشان کرتا ہے ذرا اس کو سمجھائیے۔ ایک دفعہ صاحبزادے مجھے راستے میں مل گئے۔ میں نے ان کو اپنے طرز میں سمجھایا۔ باپ کے بعد سب کچھ تمہارا ہے۔ ماں باپ کس کے زندہ رہتے ہیں۔ ان کو پریشان نہ کرو۔ ان کی دعائیں حاصل کرو۔ صاحبزادے سب کچھ سنتے رہے۔ آخر میں ایک دفعہ بولے۔ ہاں یہ میں بھی جانتا ہوں کہ ابّا ایک دن مریں گے۔ لیکن مولانا صاحب اجب میں بوڑھا اور رانڈا ہو گیا۔ پھر ابا مرے تو کس کام کی وہ دولت بڑھاپے میں میرے کس کام کی ہو گی۔ یہ جملہ اس لڑکے نے ایسی بے ساختگی سے کہا۔ کہ میاں واحدی! میں اس کی صورت دیکھتا رہ گیا۔ خیر یہ تو ایک لطیفہ تھا۔ اور آپ کے زمانہ کی دلّی کا تھا۔ جو میں نے آپ کو سنا دیا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ دہلی آؤ گے تو یہی خواجہ صاحب مرحوم کی ہڈیاں (سوانح عمری) فروخت کر کے آؤ گے لیکن میں مر گیا۔

اور پھر آئے تو کیا آئے۔ جملہ پرسانِ حال کی خدمت میں عموماً اور بھائی فضل احمد کی خدمت میں خصوصاً میرا سلام عرض کر دیجئے۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

مورخہ ۱۳ر جولائی ۱۹۵۸ء

محترم واحدی دام مجدکم

السلام علیکم۔ مورخہ ۱۳ر جولائی ۱۹۵۸ء کا مکتوب باعث شرف ہوا۔ الحمد للہ اپنے قدیم دوستوں میں کوئی تو ایسا نکلا جو توکل کی زندگی بسر کرتا ہے۔ اور مالی حالت کو سدھارنے اور نہ سدھارنے سے بے نیاز ہے۔ و من یتوکل علی اللہ فہو حسبہ۔ یہ بڑی سعادت ہے کہ بڑھاپے میں کسی اپنے یا پرائے کے سامنے ہاتھ پھیلانا نہ پڑے۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان ہے۔ اولاد میں اگر سب بھلے ہوں تو سبحان اللہ! اگر سب بھلے نہ ہوں تو ایک لڑکے کا بھلا ہونا بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ امید تو مجھ کو بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ زندگی میں ملاقی فرمائے گا لیکن مجھ کو زندگی کی امید اب بہت کم ہے۔

ریاحی بواسیر نے اور ریاح کے صعود الی القلب نے زندگی کو صحیح کا غیر حقیقی بنا دیا ہے۔ ابھی سردی کا موسم نہیں آیا۔ صرف برسات کی کثرت، مکانوں کے انہدام، پانی کے قیام سے کچھ طبیعت پریشان تھی۔ اسی پریشانی میں سردی کا دورہ پڑ گیا۔ حالانکہ برانڈے دبرآمدے) میں سو رہا تھا۔ موٹا بنیان پہن رکھا تھا سردی

بھی ایسی کہ کپکپی لگ گئی۔ بہر حال کوئی ایک گھنٹے میں کچھ طبیعت سنبھلی اور نیند آگئی۔ اس قسم کے حادثات کے باعث زندگی سے دل کھٹا ہو گیا۔ جب تک سانس ہے بہر حال زندگی ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو جلد دہلی لائے اور میری زندگی میں آپ کو تشریف لانا نصیب ہو۔ ورنہ مرنے کے بعد تو قیامت ہی کے دن ملاقات کا امکان ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور رہو، پھر قیامت کو تو آپ جانتے ہی ہیں۔ قیامت کیا ہوگی ایک آفت ہوگی۔ مگر جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے وہی مامون و مصئون رہ سکتا۔ یوم لا یغنی مولی من مولی شیئًا ولا ھم ینصرون الا من رحم اللہ انہ ھو العزیز الرحیم ۵ اچھا اللہ حافظ۔ میرا سلام قبول کیجیے۔ اور جس کو آپ سمجھیں دہلی والا ہے۔ اس کو سلام کہہ دیجیے۔[1] خصوصًا بھائی افضل احمد صاحب، حاجی یونس، غزالی، چومغزے حکیم، مولانا عبد اللہ لاٹے والے، اگر زندہ ہوں۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہ

مورخہ ۲۴ر جولائی ۱۹۵۸ء مطابق ۶ر محرم الحرام ۱۳۷۸ھ

محترم و مکرم واحدی صاحب ازاد اللہ مجدکم

السلام علیکم۔ یہ صحیح ہے مگر ہر وقت موت کا خیال رہتا ہے

---

[1] سلام مسنون میں اس قدر رانفیا زد شدن ؟

تو ایمان کی علامت ہے۔ سید ابوالحسن اور میر سید علی کا واقعہ مجھے یاد ہے۔[1] فقیہ شیراز حضرت شیخ سعدی رح نے بھی گلستان میں لکھا ہے ؎

شخصے ہمہ شب بر سرِ بیمار گریست
چون صبح شد، آن مُرد و بیمار بزیست

ہمارے خاندان میں تو یہاں تک لطیفہ ہوا کہ چچا عبدالغنی کا سردابہ تیار ہو گیا مگر میاں غنی، دادا محمد خان کے صاحبزادے اچھے ہو گئے۔ اور دادا حافظ محمد یوسف کے بڑے صاحبزادے محمد ایوب اسی زمانے میں بیمار ہوئے اور میاں غنی کے سردابے میں رکھ دیئے گئے۔ یہ باتیں تو ہوتی ہی رہتی ہیں۔ میر سید علی اس زمانہ کے بڑے مشہور قانون دان تھے۔ خواجہ زادے سب ان سے مقدمات میں مشورہ کیا کرتے تھے۔ اللہ اللہ کیا دور تھا۔ بہر حال سردیوں میں گرمیوں کی نسبت میرا مرض بڑھ جاتا ہے۔ راتیں لمبی ہوتی ہیں۔ ریاح کا صعود قلب کی طرف ہوتا ہے۔ سانس تیز ہو جاتا ہے۔ اس لئے مجھے خطرہ رہتا ہے۔ بہر حال موت کا ایک وقت معین ہے۔ لیکن نیند رات بھر کیوں نہیں آتی؟ آپ تشریف لائیے اور میں زندہ رہا تو شرف نیاز

[1] سید ابوالحسن، ملا واحدی کے پھوپھی زاد بھائی تھے اور میر سید علی چچا زاد بھائی تھے۔ ایک مرتبہ ابوالحسن سخت بیمار ہوئے اور سید علی اچھے خاصے تندرست تھے۔ ایک مہینے کے بعد ابوالحسن تو ٹھیک ہو گئے اور سید علی کا انتقال ہو گیا۔ بہت پرانا واقعہ ہے اس کا ذکر ملا واحدی نے اپنے مکتوب مورخہ ۳ راگست ۱۹۵۸ء میں کیا تھا۔

حاصل کروں گا۔ ورنہ دعائے مغفرت کر جائیے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے کہ وہ عافیت عطا فرمائے۔ اور آپ کو صحت و سلامتی اور ہوش و حواس کے زمانے میں لائے۔ جملہ پرسان حال کی خدمت میں سلام سنئے

فقیر احمد سعید کان اللہ لہ

مورخہ ۸ اگست ۱۹۵۸ء

محترم واحدی صاحب زاد اللہ مجدکم

السلام علیکم، آپ کا خط مورخہ ۷ اگست ۱۹۵۸ء کا شکریہ، بلا شبہ میر سید علی کا قد تو چھوٹا تھا لیکن سوجھ غضب کی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ خوب آدمی تھے۔ خواجہ صاحب کی سوانحمری اگر چھپ گئی ہو تو بتایئے دہلی میں کہاں ملتی ہے۔ تھوڑا بہت روپیہ بچ جائے تو آ جایئے۔ آپ کی حالت بھی "نہ صبر در دل عاشق نہ آب در غربال" کے مطابق ہے۔ معلوم ہوتا ہے آپ کمانا جانتے ہیں لیکن رکھنا نہیں جانتے ؏

قرار در کف آزادگان نہ گیرد مال
نہ صبر در دل عاشق نہ آب در غربال

میری حالت یہ ہے کہ نہ کمانا جانتا ہوں نہ خرچ کرنے کا سلیقہ رکھتا ہوں۔ ہمیشہ سے توکل پر گزر ہے۔ جب خرچ زیادہ ہوتا ہے تو زیادہ مل جاتا ہے۔ جب خرچ کم ہوتا ہے تو کم مل جاتا ہے۔ ہمیشہ سے اپنا دستور یہ ہے۔ ؏

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

آج تک یہی نہیں معلوم ہوا ہے کہ کہاں سے آتا ہے اور کہاں جاتا ہے۔ آپ کے پاس کچھ بچ جائے تو چلے آیئے۔ ویزا کا تعلق وزارت خارجہ کے ساتھ ہے۔ آپ کا کوئی عزیز درخواست کرے۔ کہ فلاں صاحب کا یہاں آنا فلاں کام کے لئے بہت ضروری ہے۔ تو اس درخواست کے ساتھ ایک سفارشی خط لکھ کر انڈر سیکریٹری کو جا کر دے دوں۔ وہ ہائی کمشنر کو لکھ دے گا۔ اور آپ کو ویزا مل جائے گا۔ بشرطیکہ کوئی اور قانونی دشواری پیش نہ آجائے یہی شکل ہے اور یہی کرتا رہتا ہوں۔ اس میں کامیابی ہوتی ہے اور کبھی ناکامی بھی، اگر کوئی اندرونی خفیہ اطلاعات ہائی کمشنر کے پاس نہ ہوں تو کام ہو ہی جاتا ہے۔ ورنہ دشواری ہوتی ہے۔ کرتا کوئی ہے۔ بھرتا کوئی ہے۔ بہر حال کوشش کیجئے۔ اللہ تعالےٰ کامیاب فرمائے گا۔ میں کئی دن سے نزلے میں مبتلا ہوں۔ جوشاندہ استعمال کر رہا ہوں۔ صحت کے لئے خدا سے دعا مانگ رہا ہوں۔ آپ بھی دعا فرمایئے

والسلام

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

مورخہ ۲۳ر اگست ۱۹۵۸ء

⁂ ⁓ ⁂ ⁓ ⁂

محترم واحدی صاحب - زاد اللہ مجدکم

السلام علیکم، گرامی نامہ مورخہ ۳۰؍ اگست کا شکریہ، آپ نے نزلے کی جو دوا بتائی اس پر آپ کا شکر گزار ہوں۔ مگر دکھنی مرچیں چبانا مشکل ہے۔ دانت ایک نہیں رہا۔ نہ کسی کو پیار کر سکتا ہوں، نہ کوئی چیز آسانی سے چبا سکتا ہوں۔ اگر اجازت ہو تو ثابت نگل لیا کروں۔ یا پیس کر چاٹ لیا کروں۔

(۲) میرے زمانہ کی دلی اور خواجہ صاحب کی سوانح عمری پہنچ گئی۔ شکریہ قبول کیجئے۔ میاں حسن سے میں نے عرض نہیں کیا۔ ورنہ وہ خواجہ صاحب کی سوانح عمری ضرور بھیج دیتے۔ بہرحال اب دونوں کتابیں پہنچ گئیں۔ انشاء اللہ فرصت میں دونوں کتابیں بالاستیعاب پڑھوں گا۔ آج کل راجیہ سبھا کے چکر میں مبتلا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ثابت قدم رکھے۔ میرا کاتب ان دونوں کتابوں کو پڑھ رہا ہے۔

(۳) اسلام نے خرچ کا بھی ایک اصول مقرر فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو پارہ پندرہ۔ ولا تجعل یدک مغلولۃ الیٰ عنقک ولا تبسطھا کل البسط فتقعد ملوما محسورا ۵ اور سورہ فرقان میں ارشاد ہے۔ والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواما ۵ اور بھی کئی جگہ ذکر ہے میں سمجھتا ہوں اگر اس صحیح اصول پر چلا جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ پریشانی سے محفوظ رہیں گے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اللہ کوئی

حاجت اور کوئی ضرورت نہ رہے۔ یہی سب سے بڑی دولت ہے۔ اور اصل غنا تو نفس کا غنا ہے۔ کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

میں اس سلسلے میں محمد ادریس صاحب سے بات کر رہا ہوں۔ ان ہی کی طرف سے درخواست لکھواؤں گا۔ وہ فرماتے کہتے ہیں درخواست پر دستخط کر دوں گا آپ لکھوا دیجئے۔ بہر حال کچھ نہ کچھ کروں گا۔ اور مسٹر کالرا انڈر سیکریٹری سے مل کر انجنیئر صاحب کی درخواست اور اپنا سفارشی خط دے آؤں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ جعل اللہ یحدث بعد ذلک امراہ

وہ میرا خط آپ نے شائع کر دیا۔ خدا جانے پڑھنے والوں پر کیا اثر ہوا ہوگا۔ اور لوگوں نے خط کے آخری حصہ کا کیا مطلب لیا ہوگا۔ ملنے والوں کو میرا سلام کہہ دیجئے۔ ہاں خاص طور پر بھائی فضل احمد جہاں کہیں ہوں ان کو ضرور سلام پہنچایئے۔ خدا جانے اب ان کے رونے کی کیا حالت ہے وہ ایک جگہ بیٹھ کر اطمینان سے بات نہیں کر سکتے۔ بڑھاپے میں گھبراہٹ ہو جایا کرتی ہے۔ بہر حال ہنس کر گزار یا اسے رو کر گزار دے۔

زندگی در گردنم افتادہ بیدل چارہ نیست
شاد باید زیستن ناشاد باید زیستن

میں ہوں آپ کا پرانا مخلص

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

مورخہ ۴ ستمبر ۱۹۵۸ء

لہ واحدی صاحب کے خالہ زاد بھائی، خانصاحب سید محمد ادریس۔ ریٹائرڈ اکسائز

محترم واحدی صاحب دام مجدکم

السلام علیکم، آپ کے دو خط بلکہ تین خط موصول ہوئے۔ ایک تو روتے میاں[1] کا کارڈ ہے۔ لیکن تحریر میں شگفتگی ہے۔ الحمد للہ، میں نے بھائی فضل احمد کا نام روتے میاں رکھ دیا ہے۔ آپ مہربانی فرما کر روپیہ جمع کرنا شروع کر دیجئے۔ انشاء اللہ ویزا کی شکل نکل آئے گی۔ اور اگر خدانخواستہ ویزا نہ ملا تو جمع شدہ روپیہ کام آئے گا۔ کل سُنّی مجلس اوقاف میں انشاء اللہ اردو کا مسودہ انجنیئر صاحب کو دونگا تاکہ وہ انگریزی میں ٹائپ کرا دیں۔ پھر ان کو ساتھ لے کر کالرا صاحب کے پاس جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ وہ سفارش کر دیں گے۔

دکھنی مرچیں حسب ہدایت استعمال کروں گا۔ میں طبعاً دوا کا چور ہوں۔ کوئی دوا مستقل استعمال نہیں کرتا۔ شاید یہ مریض کا بہت بڑا عیب ہے۔ بہرحال اس عیب میں مبتلا ہوں۔ دانت بنوا رکھے ہیں اقبال سے بنوائے تھے ۔ اب وہ گھس گئے ہیں۔ بغیر دانتوں کے تقریر نہیں ہو سکتی۔ کچھ چبا بھی لیتا ہوں۔ آپ کا خط پڑھ کر خیال آیا۔ کہ اب کی دفعہ یوسف سے بنوا کر دیکھوں گا۔ اقبال یوسف کا شاگرد ہے۔ کاتب سے کہہ دوں گا۔ مگر کاتب اس قابل نہیں ہے۔ ابھی کمسن ہے زیادہ

---

[1] خواجہ فضل احمد شیدا

ہوشیار نہیں ہے ۔[1]

قرآنی ہدایت پر عمل کرنے کا وقت ہر عمر میں ہے۔ وقت ابھی گزرا نہیں ہے۔ کچھ پس انداز ہوگا۔ تو مرنے کے بعد اہل و عیال کے کام آئے گا، یہ بھی بات ہے اور اسلامی روح کے مطابق ہے۔ موسیٰ رضا واحدی[2] کا نام بھی درخواست میں لکھ دیا جائے گا، انشاء اللہ۔ مجھے الیکشن سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ الیکشن ہو بھی چکا اور الحمد للہ میں جہاں تھا وہیں رہا۔ انجنیئر صاحب نے اپنی درخواست میں لکھا ہے۔ کہ میرے بچوں کی تقریب ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے بھائی اور میرے بھتیجے کو اس تقریب میں شرکت کی اجازت دی جائے۔ والسلام خیر ختام۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۹۵۸ء

محترم و مکرم جناب واحدی صاحب دام مجدکم

السلام علیکم۔ مسٹر کالرا کی چٹھی موصول ہوگئی۔ اس کی نقل ارسال خدمت ہے۔ میں جو کچھ کر سکتا تھا وہ میں نے کر دیا۔ اب آپ جانیں اور آپ کا کام، اجازت دینے والے کو اس سے بحث نہیں کہ آپ کے پاس روپیہ ہے یا نہیں ہے۔ ان کا تو یہ احسان ہے کہ انھوں

---

[1] واحدی صاحب نے لکھا تھا کہ میرے زمانہ کی دلی اور سوانح عمری خواجہ حسن نظامی میں جو حصے غیر دلچسپ ہوں ان کو کاتب صاحب نوٹ کرتے جائیں۔

[2] واحدی صاحب کے سنجھلے صاحبزادے۔

نے میرے کہنے سے اپنے ہائی کمشنر کو سفارش کرائی۔ کہ فلاں صاحب کو ویزا دیدیا جائے۔ میں الحمدللہ زندہ ہوں۔ مرض میں اور طبیعت میں کشمکش جاری ہے۔ دیکھئے کون کامیاب ہوتا ہے۔ بھائی فضل احمد کی خدمت میں اپنا تعزیت نامہ لکھ چکا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ دلّی کی عورتوں میں ایک مثل مشہور ہے "ایک تو میاں اونگتے اوپر سے پی لی بھنگ"۔ ایک تو پہلے ہی سے اونگتے رہتے تھے۔ پھر اوپر سے بھنگ پی لی۔ تو سبحان اللہ دوہری بات ہو گئی۔ اول تو یوں ہی ان کی آنکھوں میں آنسو آتے ہی رہتے تھے اوپر سے یہ صدمۂ عظیم دجال کا۱؎ اب تو ان کے رونے پر کوئی انگلی بھی نہیں اٹھا سکتا، نہ ان پر کوئی اعتراض کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو صبر دے اور مقتول بچے کا کوئی ایسا نعم البدل عطا فرمائے۔ جو ان کی دنیا اور آخرت دونوں کے لئے مفید ہو۔ بہر حال اب آپ تشریف لے آیئے۔ اور ایک دفعہ دہلی کو عموماً اور اپنے مکان کو اور کالے خاں کی مسجد کو خصوصاً ملاحظہ کر جایئے۔ والسلام۔ جملہ پرسانِ حال کی خدمت میں عموماً اور بھائی فضل احمد، حکیم امتیاز الحق، بھائی غزالی، چچا محمد یونس صاحبان کی خدمت میں خصوصاً میرا سلام پہنچا دیجئے۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ (مورخہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۵۸ء)

۱؎ خواجہ فضل احمد شیدا کا نواسہ جس کی عمر قریب ساڑھے بارہ سال تھی ۱۶ ستمبر ۱۹۵۸ء کو لاہور میں غائب ہوا اور ۲۳ ستمبر ۱۹۵۸ء کو اسکی لاش ملی۔ اس سانحہ کا ذکر ہے۔

محترم المقام جناب واحدی صاحب

السلام علیکم، آپ کو نہ آنا تھا نہ آئیے۔ آپ بھی خوب ہیں،
کالرا صاحب کی چٹھی کے بعد ویزا ملنے میں تاخیر کی کوئی وجہ نہیں۔ اب
سوائے اس کے کہ آپ کا دہلی دیکھنے کو جی نہیں چاہتا اور کیا کہا
جاسکتا ہے۔ سترھویں ہوگئی۔ پاکستان کے حضرات آئے اور چلے گئے۔
میں بار بار ٹیلیفون کرتا رہا۔ کہ واحدی صاحب تشریف لائے یا نہیں؟
تین دن گزر گئے۔ آخر ایک دن آپ کا خط مل گیا۔ اور میں اِنّا لِلّٰہ
پڑھ کر خاموش ہوگیا۔ بھائی فضل احمد کا خط آیا تھا۔ اس کا کبھی
میں نے جواب دے دیا۔ آپ تو دہلی آتے ہی رہیں گے۔ خدا جانے میں
زندہ رہوں گا یا نہیں۔ اگرچہ ابھی سردی نہیں آئی۔ لیکن مجھ کو دورے
پڑنے شروع ہوگئے۔ بہر حال اب جب آپ کے پاس پیسہ آجائے۔
جب آئیے گا۔ اتنی دوائیاں آپ فروخت کرتے ہیں کم از کم ایک دوا کا
نفع ڈاک خانے میں جمع کرتے رہئیے۔ اور چار مہینے میں دہلی آنے جانے
کا خرچ جمع ہوجائے گا۔ کاروبار کرنے والوں کو کیا مشکل ہے۔ اللہ تعالےٰ
آپ کی مدد کرے اور آپ کو دہلی آنے کی توفیق عطا فرمائے۔ میاں غزالی
حاجی جی، بھائی فضل احمد اور رجو صاحب بھی اپنے جاننے والوں میں زندہ
ہوں ان کو سلام کہہ دیجیے۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

کوچہ چیلان دہلی مورخہ ۵ر نومبر ۵۸ء

محترم واحدی صاحب دام مجدکم

السلام علیکم، آپ کا گرامی نامہ اور ہائی کمشنر کے نام کی نقل مل گئی۔ یہاں ۲۲ رنومبر کو میاں محمد سعید[1] کی لڑکی امت العزیز کا عقد تھا۔ اس میں لگا ہوا تھا۔ کئی دن سے روز رات کو دورے پڑ رہے ہیں۔ ویزا تو انشاءاللہ مل ہی جائے گا۔ لیکن خدا جانے روپے کا انتظام ہو گا۔ یا نہیں، حکیم عبدالسلام زئی جو خواجہ صاحب کے مرید اور آپ کے ماتحت کام کر چکے ہیں۔ وہ کہتے تھے اگر واحدی صاحب کے پاس کرایہ کا انتظام نہ ہو سکے تو ہم کرایہ کا انتظام کر دیں۔ آپ ان کو لکھ دیجئے۔ میں آپ کا خط ان کو دکھا دیا کرتا ہوں آپ کے ذوق کے وہی ایک صاحب ہیں۔ خدمت کا جذبہ ان میں زیادہ ہے۔ میری پوتی کی شادی میں انھوں نے نمایاں کام کئے۔ جھنڈیاں لگانا، دروازے بنانا، ان کو سجانا روشن کرنا۔ یہ سب کام میاں عبدالسلام زئی نے ہی انجام دیئے۔ خیر میں نے یہ واقعہ اس لئے سنایا کہ آپ کے معتقد اور خدمت گزار ابھی تک دہلی میں موجود ہیں۔ خدا کرے آپ کے کرایہ کا انتظام ہو جائے اور آپ کا سفر خرچ جمع ہو جائے۔ اگرچہ مجھ کو اب بھی امید کم ہے۔ جعل اللہ یحدث بعد ذالک امراط

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

مورخہ ۲۴ رنومبر سنہ ۱۹۵۸ء

---

[1] مولانا کے بڑے صاحبزادے مولانا محمد سعیدؒ میونسپل کارپوریشن دہلی کے کونسلر تھے

محترم واحدی صاحب! دام مجدکم

السلام علیکم، کل شام جبکہ ڈاکٹر مترا میرا معائنہ کر رہے تھے آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا تھا۔ رات کو طبیعت پھر خراب ہوئی اور رات بھر میں دو دورے پڑے۔ بہرحال صبح ہوئی۔ دوپہر تک آنے جانے والوں سے فرصت نہ ملی۔ اب ڈھائی بجے کچھ وقت نکال کر یہ عریضہ لکھ رہا ہوں۔ سانس اس وقت بھی پیٹ میں نہیں سما رہا ہے۔ حکیم عبدالسلام زکی نے غلبۂ شوق و محبت میں ایک بات کہی تھی۔ انھوں نے اس باریکی پر غور بھی نہ کیا ہوگا۔ جو آپ نے فرمائی ہے۔ ہماری نظر میں غیر منقسم پاکستان رہتا ہے۔ اور ہم بعض دفعہ ایسی ہی مضحکہ خیز باتیں کیا کرتے ہیں۔ اور پھر سوچتے ہیں کہ ہاں ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ ہندوستان ایک ملک نہیں ہے۔ بلکہ دو حصوں میں منقسم ہو چکا ہے۔ اور ہر حصے کے قوانین جدا جدا ہیں۔ میاں غزالی کو آپ بھی بچپنے سے جانتے ہیں۔ وہ وعدہ خلافی کا عادی ہے یہی وجہ ہے کہ وہ کبھی کسی ایک کا ہو کر نہیں رہا۔ قدرتی طور پر وہ جس حسن صورت کا مالک بنایا گیا تھا۔ اگر اس میں حسن سیرت بھی ہوتی تو سبحان اللہ وہ فرشتہ ہوتا۔ اب شاید بڑھاپے میں کراچی کی آب و ہوا کے باعث کچھ تبدیل ہو گیا ہو تو ہو گیا ہو۔ اگر اس نے یہ وعدہ ایفا کر دیا تو اس کی زندگی کی پہلی مثال اور آپ کی اور میری خوش قسمتی کا موجب ہوگا۔ بہرحال آپ کو ویزا مل جائے۔ اور خدا تعالیٰ مجھ کو صحت عطا فرمائے

تو شاید زندگی میں ایک دفعہ ملاقات نصیب ہوگی۔ ورنہ دعائے خیر میں یاد کرلیا کیجیے گا۔ والسلام

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

مورخہ ۷ر دسمبر ۱۹۵۸ء

محترم واحدی صاحب دام مجدکم

السلام علیکم۔ انکار تو دوسرے روز مل گیا ہوگا مگر واحدی صاحب اقرار اور انکار میں بڑا فرق ہے۔ انکار تو فوری میسر ہوتے ہیں۔ اور اقرار برسوں کی جبہ سائی کے بعد بھی حاصل نہیں ہوا کرتا۔ کیا آپ اس بات کو نہیں جانتے! اور اگر نہیں جانتے تو فسٹل دیہہ خبیرا ؓ ان سے پوچھیے جو انکار و اقرار کی کشمکش میں مبتلا رہ چکے ہیں۔ اور جن کی زندگیاں اس کشمکش میں گزری ہیں۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

مورخہ ۱۳ر دسمبر ۱۹۵۵ء

محترم و مکرم جناب واحدی صاحب زاد اللہ مجدکم

السلام علیکم، آپ کے خط مورخہ ۵ر جمادی الثانی کا جواب لکھنے والا ہی تھا۔ اور یہ سوچ ہی رہا تھا کہ کیا لکھوں اور کیوں کر یقین دلاؤں کہ امسال یہاں بھی سردی ناقابل برداشت نہیں ہے باقی موسم چلنے کا ضرور ہے اور کوئی بھروسہ نہیں۔ اور آپ کا بچپنا اور اللہ رکھے جوانی دہلی کی سردی گرمی برداشت کر چکی ہے۔ اب بڑھاپا ہے

تو کیا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ سمندر کے کناروں کا سا اعتدال نہیں ہے۔ اگر آپ کی نزاکت طبع کا یہی حال رہا تو شاید گرمی میں آپ لُو کا عذر کریں۔ کیونکہ یہاں کی لو بھی الامان والحفیظ، بہرحال جواب میں صبح و شام کی سوچ رہا تھا کہ کل یکایک آپ کا ایک اور گرامی نامہ آگیا جس کو پڑھ کر مجھے کوئی خاص تعجب نہیں ہوا۔ بلکہ اپنے قیاس اور قیافہ کی صحت پر خوشی ہوئی۔ آپ تو خیر خدا رکھے زندہ رہیں گے۔ حیات سرور کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مقبولیت اس بات کی دلیل ہے کہ ابھی کچھ اور اس سلسلے میں خدمت لی جائے گی۔ اس لیے آپ کے مرنے کا سوال ہی نہیں ہے۔ مجھ کو اپنی زندگی خطرے میں معلوم ہو رہی ہے۔ آپ کو اگر توقع ہے کہ یہ سردی مجھ پر گزر جائے گی تو اچھا ٹھیریئے۔ ورنہ اگر آپ کی سمجھ میں آجائے تو درخواست دے کر آخر جنوری تک میعاد بڑھوا لیجیئے[1] اور خدا خیر رکھے۔

---

[1] مولانا کی سفارش سے واحدی صاحب کو ویزا تو مل گیا۔ لیکن اس شرط کے ساتھ ملا کہ مہینہ بھر کے اندر اندر دلی پہنچ جاؤ۔ عموماً شرط چھ مہینے کی ہوا کرتی ہے۔ واحدی صاحب نے چھ مہینے ہی کے خیال سے ویزا کی درخواست دسمبر ۱۹۵۸ء میں دی تھی کہ مارچ۔ اپریل ۱۹۵۹ء تک جانا ہوگا۔ ۵ ار دسمبر کو ویزا ملا کہ ۱۵ ر جنوری سے پہلے سفر کرو تو واحدی صاحب نے مولانا کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت! دلی میں مرنا ضرور چاہتا ہوں، لیکن خودکشی کر کے مرنا نہیں چاہتا۔ یہ سارا خط اسی قصے کے متعلق ہے۔ واحدی صاحب کراچی کے موسموں کے عادی ہو جانے کی وجہ سے راستے کی سردی اور دلی کی سردی سے ڈر رہے ہیں۔ اور مولانا انھیں سمجھا رہے ہیں۔

تو جنوری کے آخری عشرے میں دونوں اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر روانہ ہو جائیے۔ دونوں باپ بیٹے سیدھے ہوائی جہاز میں بیٹھ کر آجائیے۔ فوری قابل برداشت ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

نمرا کی اپنی عادت نہیں بدل سکتا اور یہی چیز اس کی ترقی میں مانع ہے۔ کیونکہ وہ ابتدائی دور میں اس عادت کی بناء پر لوگوں کی بددعائیں سمیٹتا رہا ہے۔ ان ہی بددعاؤں کا اثر ہے کہ وہ پریشان رہتا ہے اور اس کی پریشانیاں دور ہونے میں نہیں آتیں۔ اللہ تعالیٰ اس پر بھی اور آپ پر رحم فرمائے۔ آمین

اچھا اللہ حافظ۔ فاللہ خیر حافظا وھو ارحم الراحمین۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

مورخہ ۲۵ر دسمبر ۱۹۵۸ء

محترم و مکرم جناب واحدی صاحب زاد اللہ مجدکم

السلام علیکم۔ ۱۴ر جنوری کے خط کا شکریہ! یہ کوئی بات ایسی نہیں ہے۔ اگر ہاشمی صاحب[1] کے تعلقات ہوں گے تو وہ کرا دیں گے بہر حال جنوری نہ سہی اپریل سہی۔ اللہ تعالیٰ زندوں کو سب آسان کرے گا۔ سوال اتنا ہے کہ آخر زندگی کب تک ساتھ دے گی۔ صبح ہوتی ہے تو شام کا بھروسہ نہیں، اور شام ہوتی ہے۔ تو صبح کا بھروسہ نہیں۔

ع۔ بجنازہ گر نیائی بمزار خواہی آمد

---

[1] مولانا کے بھتیجے انیس ہاشمی۔

واقعی یہاں سردی کا خوب زور رہا ہے۔ دو دن تو آفتاب کو ترس گئے۔
عام قاعدہ یہ ہے کہ ۲۰ ردسمبر کو چلہ ختم ہو جاتا ہے۔ جس تاریخ سے دن صبح
سے بڑھنے لگتا ہے۔ اس دن چلے کو ختم سمجھنا چاہیئے۔ باقی سردی تو آپ
جانیئے۔ فروری کے آخر تک چلتی ہی رہتی ہے۔ مارچ کا مہینہ معتدل شمار ہوتا ہے۔
اور اپریل گلابی گرمی کا سمجھا جاتا ہے۔ اور اس دفعہ تو سنا ہے کراچی میں تو
خلاف معمول بہت سردی پڑی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

میاں عبدالسلام زئی بہت پوچھتے رہتے ہیں۔ کبھی کبھی خواجہ بالو
بھی دریافت فرماتے ہیں۔ سنا تھا نصیب اعدار میاں ...... پر کسی
نے حملہ کر دیا تھا۔ آج کل تو عشق و محبت میں بھی غنڈہ گردی رہ گئی ہے۔
آخر یہ کام ہمارے آپ کے چھٹپنے میں بھی ہوتے تھے۔ مگر اس میں بھی
ایک شرافت تھی، خوشامد تھی، خدمت تھی۔ ؎

زور و زر سے بھی کہیں داغ صنم ملتے ہیں
اپنے نزدیک تو ہے سب سے اطاعت اچھی

یہ آج کا دستور ہے کہ محبوب اور مطلوب کو چھریاں دکھا کر رام
کرتے ہیں۔ پناہ بخدا، یہاں تو برسوں خوشامد کرتے گذر جاتی ہے۔
جب کہیں جا کر کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ کہیں نہیں بھی ہوتی۔
لیکن جو کامیابی بیسر ہوتی ہے وہ پُر لطف اور پُرسرور ہوتی ہے۔
بہرحال اب بتاؤ میاں ...... کیسے ہیں۔ نصیب دشمناں کوئی زیادہ
صدمہ تو نہیں پہنچا۔ حملہ آور گرفتار ہوا یا نہیں؟ اور اگر گرفتار ہوا

تو مارشل لا کے تحت کس سزا کا مستحق قرار دیا گیا۔ میں ممنون ہوں گا۔
اگر تفصیلی حالات سے مطلع فرمائیں گے۔ اور میاں .... کو میری طرف
سے ہمدردی کا پیام پہنچادیں گے۔ مجھے میاں .... کا پتہ نہیں معلوم
ورنہ میں براہ راست ان کو ہمدردی کا خط لکھتا۔ اللہ تعالیٰ میاں .....
کو خیریت سے رکھے۔ اور ان کے ماں باپ کی آنکھیں ٹھنڈی رکھے۔
حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی سترھویں ۲۶ر ۲۷ر اپریل کو ہوگی۔
بہرحال موسم اچھا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دہلی کا آنا اور جانا مبارک
کرے۔ اور مجھ کو جب تک زندہ رہنا مبارک کرے۔ آپ کے جاننے
والے اس دس برس میں بیسیوں مر گئے اور بیسیوں پاکستان چلے گئے۔
جو دو چار زندہ ہیں ان سے ملاقات کر لیجیے گا۔ باقی کی قبروں پر فاتحہ
پڑھ جائیے گا۔ والسلام۔ خدا جانے غزالی بھی آیا یا نہیں۔ اگر آئے تو
اس سے اور حاجی یونس، حکیم چومغز، وغیرہ پر میرا سلام بھیجدیجیئے گا۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

مورخہ ۱۰ر جنوری ۱۹۵۹ء

محترم واحدی صاحب دام مجدکم

السلام علیکم، آج ہی زید[۱] پاشا کا نکاح پڑھا کے آیا تھا۔ نکاح
کے وقت خواجہ صاحب مجھ کو بہت یاد آئے۔ ان کے ساتھ ساتھ آپ
کا تصور بھی آیا۔ اور اپنے بعض مضامین یاد آئے جو نظام المشائخ کے

---

[۱] خواجہ حسن نظامی دہلوی کے تیسرے فرزند۔

ابتدائی دور میں میرے نام سے چھپے تھے۔ ایک مضمون:
تو شاید ایک فقیر کی صدا پر (چل دلہنیا ترے پیا نے بلائی) ذہن میں آیا
تھا۔ وہ میری طالب علمی کا وسطی دور تھا یا شاید ابتدائی ہو۔ اس وقت مجھے
خیال بھی نہ تھا کہ مجھے اس دنیا میں کیا کیا کرنا ہوگا۔ بہر حال یہ سب باتیں
یاد کرتا ہوا واپس مکان پر آیا تھا۔ اور مغرب کی نماز کی تیاری کر رہا تھا کہ
آپ کا لفافہ مل گیا۔ وضو کو روک کر پہلے آپ کا خط پڑھا۔ اتنے میں
بعض اعضائے وضو خشک ہو گئے۔ لہٰذا احتیاط کے خیال سے دوبارہ
وضو کیا۔ نماز پڑھی۔ یہاں آج کل شادیاں زیادہ ہو رہی ہیں۔ لوگ
نکاح پڑھانے کے لئے پکڑ کر لے جاتے ہیں۔ اب اسی کام کا رہ گیا ہوں
شادی والے نکاح پڑھانے کے لئے لے جاتے ہیں۔ غمی والے جنازے
کی نماز پڑھانے کے لئے گھسیٹتے ہیں۔ مجھے اپنی خبر نہیں کہ میرے جنازے کی
نماز کون پڑھائے گا۔ بزرگوں میں سے کوئی رہا نہیں۔ بہر حال کوئی نہ
کوئی پڑھا دے گا۔ انیس ہاشمی وعدہ کرتے ہیں تو انشاء اللہ اپریل میں
ویزا مل جائے گا۔ اور حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی سترھویں میں
آپ شریک ہو جائیں گے۔ سردی کے اس دفعہ بڑے ٹھاٹھ رہے۔
چلتے چلاتے پرسوں ایک بہت اچھا چھینٹا پڑ گیا۔ کل سے پھر سردی
چمٹ گئی۔ ہمارے ہاں کی عورتیں پرانے زمانے کی کہا کرتی تھیں۔
"بوا جاڑا ہاتھ پاؤں پیٹ رہا ہے۔" وہی بات مجھ کو یاد آتی ہے۔ جاڑے
نے مرتے مرتے سنبھالا لیا ہے۔ بہر حال آپ کی دعا کا اثر ہے۔ کہ مجھ جیسے

کمزور و ناتواں، بادی بواسیر اور قلب کے مریض نے اس جاڑے کا مقابلہ کرلیا۔ بجائے ایک ہیٹر کے دو ہیٹر جلا کر کئی راتیں بسر کیں۔ اللہ تعالے شنکر پرشاد چیف کمشنر کا بھلا کرے۔ وہ بیچارہ ایک ہارس پاور کی بجلی مجھ کو دے گیا تھا۔ اس سے سردی میں پانی گرم کرلیتا ہوں۔ اور ہیٹر جلا لیتا ہوں۔ اور شنکر پرشاد کو دعا دیتا ہوں۔

یہ صاحب جو لاہور سے آئے تھے۔ غالباً جوان ہوں گے۔ ورنہ کراچی میں بھی ٹھنڈے پانی سے نہانا اپنے بس کا نہ تھا۔ میاں ولی[1] بھی، کل حسین کہتے تھے۔ پہلوانی کا شوق کرتے ہیں۔ چلو خدا کا شکر ہے۔ قصہ رفت گزشت ہوا۔ آپ بھی ولی کو سمجھا دیجئے کہ وہ اپنے دادا کی طرح دوست بڑھائیں، دشمن کسی کو نہ بنائیں، دشمن تو اس زمانے میں خود بخود پیدا ہوتے ہیں۔ البتہ دوست خال خال نظر آتے ہیں۔ اور اُن پر بھی اس زمانے میں اعتبار مشکل ہے۔ سیّد اقبال شاہ کے انتقال پر افسوس ہوا۔ یہ وہی لڑکا ہوگا جس کی ناک آگے سے ذرا موٹی تھی۔ ابھی اس کی عمر ہی کیا تھی۔ لڑکا بہت ملنسار اور خوش خلق تھا۔ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے۔ خدا جانے کیا بیمار ہوا تھا۔ حاجی یونس کو سلام پہنچانے کا شکریہ، میرے سلام جمع کرتے رہیئے۔ کبھی پھر ملاقات ہو جائے تو سب یکمشت پہنچا دیجئے گا۔ آپ بڑے خوش نصیب ہیں کہ آپ نے غزالی صاحب کی صورت دیکھ لی، دنیا

---

[1] خواجہ حسن نظامی کے فرزند اکبر کے واحدی صاحب کے ایک عزیز۔

بدل گئی مگر اس شیطان کی وعدہ خلافی نہ بدلی۔ اس کو اپنے متعلق غلط فہمی ہے۔ مہربانی فرما کر اس کی غلط فہمی دور کر دیجئے والسلام۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

مورخہ ۳۰ر جنوری ۱۹۵۹ء

محترم و مکرم جناب ملا واحدی صاحب دام مجدکم،

السلام علیکم، ۹ر فروری ۱۹۵۹ء کا خط آیا تھا۔ کئی دن گذر گئے، پہلے بھائی فضل احمد کے خط کا جواب لکھا۔ آج آپ کے خط کا موقعہ نکالا۔ میری حالت یہ ہے کہ کچھ کام نہیں، دن میں گھر پڑا اینڈتا رہتا ہوں لیکن فرصت بھی نہیں۔ کیا خوب زندگی ہے۔

ع بے کارم و باکارم چون مد بجساب اندر

بہر حال غزالی صاحب آ گئے مبارک ہو۔ ان کا عدیم الفرصت ہونا ٹھیک ہے۔ "محبہ چون پیر شود کار کند"..... گھری کا ایک گھر، نگھری کے ستر گھر۔ اللہ تعالیٰ ان کو فرصت نہ دے۔ انہیں ویزا مل جائے تو اچھا ہے۔ دلی والوں کے لئے بھی کچھ تفریح کا سامان ہو جائے گا۔ اقبال شاہ کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے واقعی بڑا لحاظ دار بچہ تھا۔ مجھ کو تعجب ہے کہ اس کی عمر ۵۔۶ سال تھی۔ خیر بھائی حضرت حق تعالیٰ مغفرت فرما دیں۔ تو سب کچھ ہے۔ زندگی تو درحقیقت وہی ہے جو آخرت کی زندگی ہے۔ وان الدار الاخرۃ لھی الحیوان ط

اگر ۹ر فروری کو ایسا موسم ہے کہ آپ ململ کا کرتہ پہنے بیٹھے ہیں تو

آپ کے موسم کی حالت معلوم شد، ایسا ہر موسم اچھا۔ یہ موسم بڑھے جوان، امیر غریب سب کے لئے پردہ پوش اور صحت بخش ہے۔ اگر صاحب غسل مرزا عبدالرزاق بیگ[1] ہیں تو میں ان کو سمجھ گیا۔ مرزا..... عبدالغفار مرحوم کے صاحبزادے اور حافظ عبدالستار صاحب کے بھتیجے ہیں۔ بھائی وہ تو اگر دلی میں بھی ٹھنڈے پانی سے نہا لیتے تو ان سے کچھ بعید نہ تھا۔ اور آپ کے ہاں تو اللہ رکھے جنوری فروری ایسا ہی ہے جیسے ہمارے بھارت میں اپریل مئی کا موسم ہوتا ہے۔ بہرحال جیسا کہ میں نے عرض کیا۔ مرزا عبدالرزاق صاحب کو چھوڑ دیجیے اگر کسی اور شخص نے آپ کے یہاں غسل کیا تو اس کا ذکر فرمائیے۔

شنکر پرشاد صاحب، تغلق روڈ، نیو دہلی میں رہتے ہیں۔ ان کا تقرر آج کل کشمیر میں ہو گیا ہے۔ وہ غالباً رزیڈنٹ کے عہدہ پر یا اس سے کوئی ملتا جلتا عہدہ ہو اس پر فائز ہیں۔ غرض نہایت شریف الطبع، پرانی تہذیب کے لوگوں میں سے ہیں۔ خدا تعالےٰ ان کو خوش رکھے۔ باقی حالات بدستور ہیں۔

میرا خیال ہے کہ بھائی فضل احمد بھی آپ کے ہمراہ ہوں۔ اور

---

[1] مرزا عبدالرزاق بیگ دہلوی لاہور میں مقیم ہیں۔ کراچی آئے تو واحدی صاحب سے انھوں نے ذکر کیا کہ یہاں فروری میں ٹھنڈے پانی سے نہا رہا ہوں۔ واحدی صاحب نے کراچی کے موسم کا حال لکھتے لکھتے مولانا کی یہ مثال لکھ دی تھی۔ مولانا نے اس پر رائے زنی فرمائی ہے۔

وہ شمسی تالاب پر بیٹھ کر ضرور رو دیں گے۔ اس مہینے میں میاں حسین اور خواجہ صاحب کے دو داماد دہلی آئے تھے۔ شاید یہ حضرات زید کی شادی میں نہیں آئے تھے۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہ،

مورخہ ۱۸؍ فروری ۱۹۵۹ء

محترم واحدی صاحب زاد اللہ مجدکم

السلام علیکم۔ میاں یوں تو اعتبار کسی چیز کا بھی نہیں۔ ہر چیز معدوم ہونے اور خفا ہونے کے لئے تیار ہے۔ لیکن یہ سن کر تعجب ہوا۔ کہ وہاں کا موسم ناقابل اعتبار ہے۔ سمیع آرٹسٹ واقعی اپنے فن کے ماہر ہیں۔ انھوں نے بیکار کارٹون بنایا تو خوب بنایا۔ خدا ان کو خوش رکھے۔ جس طرح بڑے لوگ روپیوں کے ساتھ پیسے اور کوڑیاں رکھا کرتے تھے ٹھیک اسی طرح کراچی والے سفر میں روئی کی کمری، لحاف اور دُلائی، تن زیب کا کرتہ، بنیان اور چھتری لئے پھرتے ہوں گے۔ واہ کیا موسم ہے۔ چونکہ دلی والے وہاں آباد ہیں۔ قدرت نے ان کے لئے تینوں موسموں کا انتظام کر دیا ہے۔ تاکہ وطن کو نہ بھول جائیں۔ اور جہاں بھی رہیں دلی کو یاد رکھیں

ے ملا واحدی نے کراچی کے موسم کی بے اعتباری کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر سمیع آرٹسٹ کے ایک کارٹون کا حوالہ دیا تھا کہ گھر سے کوئی صاحب معمولی لباس پہن کر بازار چلے ہیں۔ مگر احتیاطاً اوور کوٹ، چھتری اور برساتی بھی ساتھ لے لی ہے نہ معلوم واپسی میں کس چیز کی ضرورت پڑ جائے

ہاں پندرہ مارچ کو خاصا موسم ہو جائے گا معتدل اور گلابی موسم ہوگا۔ تندرست آدمی اس موسم میں ٹھنڈے پانی سے نہا لیتے ہیں۔ مجھ جیسا ضعیف آدمی بھی یکم مارچ سے ٹھنڈے ہی پانی سے وضو کرتا ہے البتہ صبح کے وقت گرم پانی کا استعمال کرتا ہوں۔

مرزا عبدالرزاق بیگ صاحب کو میں سمجھ گیا۔ ان کے بڑے بھائی کو بھی سمجھ گیا۔ اچھا جب آپ تشریف لائیں گے اور میں اس وقت تک زندہ رہا تو انشاء اللہ مزید باتیں ہوں گی۔ خدا کرے آپ کو ویزا مل جائے اور آپ ساتھ خیریت کے تشریف لائیں۔ اور خدا کرے بھائی فضل احمد جن کو میں اب بصورتے بھائی کہتا ہوں وہ بھی آئیں اور وہ جس کا نام غزالی ہے اور جو آج کل دلالی کر رہا ہے وہ بھی آپ کے ہمراہ آئے تو کچھ تو لطف صحبت رہے ورنہ اب زندگی کہاں ہے، زیادہ وقت خاموشی میں گزرتا ہے۔ رات کو اسمٰعیل غوری عیوض کھوسی، عبدالحمید تیلی یہ لوگ آجاتے ہیں۔ وہی وقت میرے سونے کا ہوتا ہے ساتھیوں کی موت نے دل کو شکستہ کر رکھا ہے۔ اپنی بے غیرتی سے ہنس بول لیتا ہوں ؎

دیدنی ہے شکستگی دل کی
کیا عمارت غموں نے ڈھائی ہے

والسلام۔ فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

مورخہ ۳ر مارچ ۱۹۵۹ء

محترم واحدی صاحب دام مجدہم

السلام علیکم۔ الحمدللہ آپ مع الخیر کراچی پہنچ گئے۔ خدا جانے دہلی والوں سے مل کر آپ نے کیا اثر لیا، کچھ خوش گئے یا ناراض گئے۔ یہاں کی سوسائٹی کچھ آپ کے ذوق کو پورا کر سکی یا نہیں۔ خط میں کوئی اشارہ نہیں، لاہور میں بھائی فضل احمد کے ہاں زیادہ قیام رہا ہوگا۔ ورنہ آپ کراچی جلدی پہنچ جاتے۔

بہرحال میں شکر گزار ہوں کہ آپ نے میری زندگی میں دہلی کو دیکھ لیا۔ اگر دہلی والوں سے خوش گئے ہیں تو شاید عید کی سترھویں پر پھر تشریف لائیں۔ ورنہ آپ کو میں نے دیکھ لیا اور آپ نے مجھ کو دیکھ لیا۔ والسلام

فقیر احمد سعید کان اللہ لہ

مورخہ ۲۴ / مئی ۱۹۵۹ء

بنام جناب شیخ صادر علی صاحب۔ شاہجہاں پور۔ یوپی

بیت السعید۔ کوچہ ناہر خاں۔ دہلی

۱۳ / دسمبر ۱۹۴۱ء

محترم صادر!

سلام مسنون۔ کئی ماہ بعد آپ کا خط ملا۔ میں آج لاہور جارہا ہوں۔ ۲۲ / ۲۳ تک واپسی ہوگی۔ اس کے بعد آپ مجھے خط لکھیں۔

تاکہ میں کوئی جواب دے سکوں۔ امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

بیت السعید۔ کوچہ چیلان۔ دہلی

۴ر جنوری ۱۹۴۷ء

محترم صادر صاحب!

سلام مسنون۔ یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ آپ دو دکان پر راشن کا کام کرتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ دھندے سے لگ گئے۔ اور آوارہ پھرنے سے بچ گئے۔

آپ جانتے ہیں میں کئی سال سے بیمار ہوں۔ سفر بالکل نہیں کرتا اور تقریر بھی بہت کم کرتا ہوں۔ اس لئے جناب کریم رضا صاحب اور جناب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جناب کریم رضا خاں صاحب کی خدمت میں میرا سلام عرض کر دیں۔ امید ہے کہ آپ کے مزاج بخیریت ہوں گے اپنے متعلقین کو میرا سلام کہدیجئے۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

بیت السعید۔ کوچہ چیلان۔ دہلی

۱۷ر اپریل ۱۹۵۰ء

مکرمی صادر علی صاحب

سلام مسنون۔ جب مسلمان نہ ہوں گے تو رفیوجیز ہی آئیں گے۔ مکان تو خالی نہیں رہیں گے۔ رفیوجیز اللہ تعالیٰ کا عذاب ہیں۔ خدا

آپ کے شہر کو اس عذاب سے محفوظ رکھے۔ آپ تشریف لائیں تو سر آنکھوں پر لیکن وہ کونسی بات ہے جو آپ اُن کو بتائیں گے اور وہ ان کو معلوم نہیں۔ آپ اس معاملے میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سے خط و کتابت کریں تو بہتر ہوگا۔

لوگوں کو جہاں تک ہو سکے روکنے کی کوشش کیجئے۔ امن قائم ہو جانے کے بعد وطن کو ترک کرنا تو بہت ہی افسوس کی بات ہے۔

اپنے والد صاحب کو بھائی صاحب کو میرا سلام پہنچا دیجئے۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

بیت السعید کوچہ چیلان۔ دہلی

۲۴ر دسمبر سنہ ۱۹۵۰ء

محترم صادر علی صاحب

السلام علیکم۔ مہربانی فرما کر مجھے تفصیل سے مطلع کیجئے۔

(۱) آپ کو کنکشن کس کام کے لئے چاہیئے۔؟

(۲) کتنے ہارس پاور کی ضرورت ہے۔

(۳) آپ کیا کام کریں گے۔

یہ سب باتیں مجھ کو تفصیل کے ساتھ لکھئے تاکہ میں کوشش کر سکوں یہ بھی بتائیے کہ لکھنؤ میں چاہیئے یا شاہجہاں پور میں اور یہ بھی لکھیئے کہ "اے۔ سی" چاہیئے یا "ڈی۔ سی"!

کیونکہ دو قسم کی بجلی آپ کے صوبہ میں استعمال ہوتی ہے۔ آپ کو

کس قسم کی بجلی چاہیئے۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

بیت السعید۔ کوچہ ناہر خاں۔ دہلی

۱۳؍مارچ ۱۹۵۱ء

میاں صادر!

سلام مسنون، آپ کے حکم کی تعمیل کر رہا ہوں۔ مہربانی فرما کر میرے خط کو ایک اچھے اور بڑھیا لفافے میں رکھ کر اور لفافے کو ٹائپ کرا کے لکھنؤ لے جائیے اور خدا پر بھروسہ رکھئے۔ والد کو اپنے میرا اسلام کہہ دیں۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

بیت السعید۔ کوچہ ناہر خاں۔ دہلی

۱۵؍اگست ۱۹۵۵ء

محترم شیخ صادر علی صاحب زید مجدکم

اسلام علیکم۔ آپ کے والد صاحب کی خبر وفات کو پڑھ کر افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے آپ نے ان کی عمر ۹۷ سال لکھی ہے۔ اس حساب سے آپ کی عمر ۷۷ سال کی ہوگئی کیونکہ آپ میں اور ان میں بیس سال کا ال بل تھا۔ وہ بیس سال آپ سے بڑے تھے۔ آپ بیس سال یا انیس سال ان سے کم تھے۔ ذرا عمر کا حساب پھر کر لیجئے۔ مجھے تو ایسا ہی یاد ہے۔ کشمیر کے متعلق میں

نے جو کچھ عرض کیا ہے۔ اگر آپ اس کو صحیح سمجھتے ہیں تو دوسرے لوگوں کو سمجھایئے اور سمجھا کر ایک عام جلسہ کیجیے۔ اور اس میں تجویز پاس کیجیے۔ اور تجویز کی نقل مجھے بھیجدیجیے۔ میں آپ کو ضرور خط لکھتا، مگر مجھے افسوس ہے کہ آپ کا پتہ مجھے معلوم نہ تھا۔ یہ بھی خبر نہ تھی کہ آپ چکی پر ہیں یا مکان پر۔ سورج مکھی کے پھول کی طرح کبھی آپ کا رُخ مشرق کی طرف ہوتا ہے کبھی مغرب کی طرف — اپنی رفیقِ زندگی کو میرا اسلام کہدیجیے۔

آپ کی دعا کا طالب:۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

بیت السعید۔ کوچہ چیلان دہلی
۱۸ر ستمبر سنہ ۱۹۵۵ء

مکرمی حافظ صادر علی صاحب زید مجدکم

اسلام علیکم ماسٹی اسمٰعیل چوٹی کی یہ حرکت ہے۔ جس سے غالباً آپ بھی واقف ہوں گے۔ جو تحریک کے زمانے میں آیا کرتے تھے۔ وہ مغلوب الغضب شخص ہے۔ کسی کے کہنے سننے میں آکر اس نے خلاف توقع یہ حملہ کر دیا۔

الحمدللہ زندہ ہوں۔ تشویش کی کوئی بات نہیں۔ زخم گہرا ہے۔ ڈیڑھ انچ گہرا اور تین انچ لانبا زخم ہے۔ اس لیے ذرا تاخیر سے بھرے گا۔

آپ کی مخلصانہ دعاؤں کی ضرورت ہے۔ پرسانِ حال کی خدمت

میں سلام عرض کر دیجئے۔ والسلام

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

بیت السعید کوچہ چیلان دہلی

۱۲ر نومبر ۱۹۵۵ء

محترم شیخ صادر علی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم۔ میرا زخم تو آہستہ آہستہ ٹھیک ہو رہا ہے آپ کے والد کے انتقال کی خبر سے سخت افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور آپ کی پریشانیوں کو دور فرمائے۔ باپ کے بعد جو پریشانیاں اولاد کو پیش آتی ہیں۔ اسی میں آپ بھی مبتلا ہیں اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ والسلام

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

بیت السعید۔ کوچہ چیلان دہلی

۸ر اپریل ۱۹۵۷ء

محترم صادر علی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم۔ عرصہ دراز کے بعد آج رمضان کی برکت سے آپ کا خط ملا یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ آپ زندہ ہیں۔ اور آپ کی زندگی آج کل حکیم اعجاز احمد صاحب کے سہارے کٹ رہی ہے۔ نہ معلوم وہ آپ کی چکی کہاں پس گئی، اور آپ کی بجلی کس پہ گر گئی۔ اور کنکشن پاور کہاں گیا۔ خیر اللہ بھلا کرے۔ پاور دینے والوں کو اور دلوانے

والوں کا، یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ لکھنؤ سے آپ کو کس جرم کی سزا میں نکالا گیا؟ کیا یو۔پی میں غنڈہ ایکٹ رائج ہے۔ بہر حال عرصہ کے بعد آپ کا خط پڑھ کر دل کو خوشی ہوئی۔ اور یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ آپ بجائے آٹا پیسنے کے آج کل حکیم اعجاز احمد صاحب قبلہ کی دوائیاں اپنی مشین میں پیس رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ برکت دے۔ کبھی میں یاد آجایا کروں تو اپنی خیریت کا خط لکھ دیا کیجئے۔ پرسانِ حال کی خدمت میں سلام مسنون

فقیر احمد سعید کان اللہ

بیت السعید۔ کوچہ چیلان دہلی

۱۸ر جون ۱۹۵۷ء

محترم مولانا صاحب زید مجدکم

اسلام علیکم۔ میں نور محمد صاحب کو نہیں سمجھ سکا کون صاحب ہیں؟ کیوں تشریف لائے ہیں؟ اور مجھے ان کی کیا مدد کرنی چاہیئے؟ ذرا تفصیل سے مطلع کیجئے۔ تاکہ میں کوئی خدمت کرسکوں۔ والسلام

فقیر احمد سعید کان اللہ

بیت السعید کوچہ چیلان دہلی

۲۸ر اگست ۱۹۵۷ء

میاں حافظ صادر علی صاحب!

اسلام علیکم۔ آپ کی تعزیت کا شکریہ' آپ تو جانتے ہی تھے۔ (چچا نصیر) ایک دن دوپہر کو سویا، دورہ اٹھا پلنگ سے نیچے گرا۔

قلب فیل ہوگیا۔ یہ خلاصہ ہے زندگی اور موت کا۔ آپ سے مغفرت کی دعا کے لئے درخواست کرتا ہوں اور آپ کے احباب سے بھی

والسلام فقیر احمد سعید کان اللہ

بیت السعید۔ کوچہ چیلان دہلی

۲۹ر اپریل ۱۹۵۸ء

میاں صادر!

سلام مسنون، میاں تم کو گھبراہٹ ہے تمہارے خط کا جواب دے چکا ہوں۔ اور تم کو ہدایت کر چکا ہوں کہ مہربانی فرما کر دہلی کا رُخ نہ کیجئے۔ دہلی والے اپنی زندگی پر امن گذار رہے ہیں۔ ان پر رحم فرمایئے

والسلام فقیر احمد سعید کان اللہ

بیت السعید کوچہ چیلان دہلی

۱۵ر ستمبر ۱۹۵۸ء

محترم مولانا صادر علی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم۔ آج پیر کے دن آپ کا خط ملا کل راجیہ سبھا کا الیکشن ہے۔ آپ اگر کیا کریں گے۔ وہ الیکشن کوئی عوامی الیکشن نہیں ہے۔ آپ کی دعا کافی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو مزید کوئی خدمت لینی ہے۔ تو وہ کامیاب فرما دیں گے۔ نہیں تو میں اپنے گھر میں پڑا ہوں اور آپ کی جان و مال کو دعا دیتا ہوں۔ والسلام

فقیر احمد سعید کان اللہ

بیت السعید - کوچہ چیلان دہلی -

۱۲ر دسمبر ۱۹۵۸ء

محترم مولانا حافظ منشی صادر علی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم - سردی میں عام طور پر میری صحت گر جاتی ہے۔ اس دفعہ محض سردی نہیں ہے بلکہ کھانسی اٹھتی ہے اور سانس پھولتا ہے اور رات کو گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ اٹھ کر بیٹھنا پڑتا ہے۔ میں تو یونانی علاج کو پسند کرتا ہوں لیکن لڑکے جو میرے معالج ہیں۔ وہ ڈاکٹری پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ اس لئے مجبوراً مجھکو بھی وہی طریقۂ علاج اختیار کرنا پڑتا ہے۔ آج کل ڈاکٹر بہت مقبول ہیں اس لئے معذوری ہے آپ کی دعا کا طالب ہوں۔ والسلام

فقیر احمد سعید کان اللہ

بیت السعید کوچہ چیلان دہلی

۲۱ر مئی ۱۹۵۹ء

محترم مولوی صادر علی صاحب

السلام علیکم - بڑھاپے میں جیسی خیریت ہوا کرتی ہے ویسی ہی خیریت ہے۔ بہر حال تادم تحریر زندہ ہوں۔

آپ دہلی آنے کے متعلق رائے دریافت فرماتے ہیں۔ اس میں دو رائے کیا ہو سکتی ہیں۔ تشریف لائیے۔ سر آنکھوں پر۔ بہتر یہ ہے کہ برسات گذر جانے کے بعد ابتدائی موسم سرما میں آئیے۔ مولانا عبد الماجد

دہلوی ایک قصہ سُنایا کرتے تھے۔ بکری کے بچے نے اپنی ماں سے کہا۔ امّاں! امّاں!! اب کے محرم میں مجھ کو بھی سبز کرتہ پہنائیو۔ اور امام حسین کا فقیر بنائیو۔ بکری نے جواب دیا۔ بیٹا بقرعید تو گذر جانے دے۔ بقرعید کے بعد تو جو کہے گا وہ کر دوں گی۔ اس لئے میں آپ سے بھی عرض کرتا ہوں کہ بقرہ عید اور محرم گذر جانے دیجئے۔ محرم کے بعد زندہ رہے تو آپ دہلی تشریف لائیے گا۔ اور میں زندہ رہا تو مجھ سے ملاقات کر جائیے۔ والسلام

فقیر احمد سعید کان اللہ

بنام مرزا محمد افضل بیگ۔ حیدر آباد۔

گلی قاسم جان دہلی
۲۱ر اگست ۱۹۳۷ء

مکرمی مرزا صاحب

سلام مسنون۔ میں نے آپ کے حکم کی تعمیل دہلی پہنچتے ہی کر دی تھی غالباً کتابیں آپ کو پہنچ گئی ہوں گی۔ مجھے افسوس ہے کہ "خاموش تبلیغ" ختم ہو گئی ہے ورنہ ضرور بھیجتا۔ خاموش تبلیغ کے دوبارہ طبع ہونے کا انتظار کریں۔

آپ مجھے بار بار یاد آرہے ہیں۔ تمام احباب کو سلام کہہ دیجئے۔

فقیر احمد سعید کان اللہ

گلی قاسم جان - دہلی
۲۸ر اگست ۱۹۳۷ء

محترم و مکرم جناب مرزا صاحب!

سلام مسنون، میں آپ کے ہر ایک گرامی نامہ کا فوراً جواب دیتا ہوں - آپ کی تصویر کا شکریہ ادا کر چکا ہوں - آج آپ کی اس لاثانی رائے کا شکریہ ادا کرتا ہوں - جو آپ نے میری کتابوں کے متعلق ظاہر کی ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ "خاموش تبلیغ" بالکل ختم ہو چکی ہے - اور روپیہ کی قلّت کے باعث اس کے طبع کرانے کی توقع بھی نہیں۔ "جنت کی کنجی" زیر طبع ہے - ذرا توقف کیجئے انشاء اللہ وسط ستمبر تک آپ کی ہمشیرہ محترمہ کے لئے کتابیں روانہ کر دوں گا - اطمینان رکھیے اور اپنی خیریت سے مطلع فرماتے رہیئے۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

بیت السعید - کوچہ چیلان دہلی -
۲۰ر جنوری ۱۹۴۷ء

محترم مرزا صاحب زاد اللہ مجدکم

السلام علیکم - یاد فرمائی کا شکریہ، میں تو ایک عرصے سے صاحب فراش ہوں - کتابوں کا سب کام مولوی محمد سعید کر رہے ہیں - مجھ کو یہ بھی نہیں معلوم کون کون سی کتابیں موجود ہیں، کون کون سی نہیں ہیں -

کاغذ کی نایابی نے سب کو پریشان کر رکھا ہے۔ بہر حال میں نے آپ کا گرامی نامہ دینی بکڈپو کو بھیج دیا ہے۔ جو کتابیں دستیاب ہو سکیں گی۔ وہ خدمت میں روانہ کر دی جائیں گی۔

جناب نور احمد صاحب کی خدمت میں فقیر کا سلام عرض کر دیجئے اللہ تعالیٰ ان کو دین و دنیا میں عافیت عطا فرمائے۔ امید ہے کہ مزاج گرامی مع الخیر ہوں گے۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

بیت السعید، کوچہ چیلان دہلی

۸ر فروری ۱۹۴۷ء

محترم و مکرم جناب مرزا صاحب!

السلام علیکم، آپ کو معلوم ہے کتابوں کی اشاعت اور فروختگی میں مجھے کوئی دخل نہیں ہے۔ جب کوئی کتاب طبع ہوتی ہے تو ایک نسخہ میرے پاس آجاتا ہے۔ اور وہ کوئی نہ کوئی آنے والوں میں سے اٹھا کر لے جاتا ہے۔

یہ اصل واقعہ ہے۔ میں سفارش کر سکتا ہوں، لیکن اس کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتا۔ آپ ان سے قیمت کا معاملہ خود طے کر لیں۔ یا دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے روپیہ دیدے تو میں خرید کر آپ کو بھیجدوں۔

میں شکر گذار ہوں گا۔ اگر آپ مجھے یہ بتائیں گے کہ آپ کے پاس کون کونسی کتاب موجود ہے تاکہ میں غور کر سکوں کہ آپ کو کن کن

کتابوں کی ضرورت ہے۔ امید ہے کہ آپ کے مزاج گرامی مع الخیر ہوں گے۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

بنام حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب

دفتر جمعیۃ علماء ہند، دہلی

مورخہ

الاستاد المحترم

السلام علیکم۔ رائے پور کی حاضری کے بعد مجھے یہ توقع تھی کہ آپ کا غصہ ختم ہو گیا ہوگا لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ جہاں تھے وہیں ہیں۔ آپ اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہیں سرکے۔ خیر اللہ کی مرضی، اگرچہ اس وقت آپ کی خفگی کا بڑا سبب حافظ محمد اسحاق صاحب ہیں سے

صحرا نوردیوں میں بھی موجود ہے رقیب
تلووں سے چھیڑ چھاڑ ہے ہر نوکِ خار کو

یہ میں جانتا ہوں کہ خط لکھنے کی آپ کو ہمیشہ ہی سے عادت نہیں ہے۔ لیکن کم از کم خط لکھنے کے بعد تو جواب دیدیا کیجیے۔

(۱) تقریر سیرت فروخت ہو چکی ہو گی۔ اور آپ کو معقول نفع ہوا ہوگا۔ اگر اور ضرورت ہو تو منگا لیجئے ورنہ ختم ہو رہی ہے۔

(۲) تین سو روپے بھی ...... صاحب نے منتقل کرنے کو فرمایا

تھا۔ وہ دیدیجئے میں سخت پریشان ہوں۔

(۳) ہمارا آپ کا بھی کچھ حساب ہے وہ بیباق کر دیجئے۔

(۴) اگر موسم اچھا ہو گیا ہو یعنی برسات ختم ہو چکی ہو تو مجھے ایکبار اور بلا لیجئے۔ چند روز تفریح ہو جائے گی۔ اور شاید جمعیتہ کا بھی کچھ کام ہو جائے۔ محمد اسحاق کے علاوہ سب کو سلام

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

دفتر جمعیتہ علماء ہند
یکم جولائی سنہ ۱۹۳۵ء

حضرت استادی و مولائی دامت

السلام علیکم، چند روزہ صحبت کا لطف تا ہنوز قلب میں موجود ہے۔ کتابیں ارسالِ خدمت کر دی گئیں۔ اور دیوانِ اسعد کا ایک انتخاب بھی پارسل میں رکھ دیا گیا ہے۔ دیوانِ اسعد اصل ابھی نہیں ملا۔ اگر دستیاب ہوا تو وہ بھی حاضر خدمت کروں گا۔ شمیم صاحب اور ان کے بھائی صاحب اور قبلہ والد صاحب اور اپنے بڑے صاحب زادے صاحب یعنی حافظ محمد اسحاق صاحب کی خدمت میں سلام مسنون۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

الجمعیۃ دہلی
۱۹ر ستمبر ۱۹۳۵ء

سیدی مولائی دامت

السلام علیکم ۔ حافظ محمد اسحاق صاحب کے خط سے معلوم ہوا کہ ہمشیرہ محترمہ کا وصال ہو گیا ۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جوار رحمت میں جگہ دے ۔ اور متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے ۔ حافظ محمد اسحاق صاحب غالباً کچھ ناراض ہیں ۔ میری جانب سے ان کو اطمینان دلا دیجئے ۔ انشاء اللہ آئندہ احتیاط کی جائے گی ۔ میں تو ان کو اہل ذوق سمجھ کر اس قسم کی باتیں کہدیا کرتا تھا مگر معلوم ہوا کہ میرا خیال غلط تھا ۔ یا وہ میرے اور آپ کے تعلقات سے واقف نہیں ہیں ۔ بہرحال احتیاط ضروری ہے ۔ والد صاحب قبلہ کی خدمت میں سلام مسنون ۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

الجمعیۃ ۔ دہلی
۵ر جنوری ۱۹۳۶ء

الاستاد المحترم

السلام علیکم ۔ مایوس کن گرامی نامہ پڑھ کر افسوس ہوا ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بہت وعافیت عطا فرمائے اور ہمارے سروں پر تا دیر قائم رکھے ۔

میں آگرے سے واپس آیا ۔ اور میں نے حتی الامکان سعی بھی کی

لیکن میں سخت محجوب اور نادم ہوں کہ مجھے ناکامی ہوئی۔ میں حضور والا کو کس طرح یقین دلاؤں کہ یہاں کی کیا حالت ہے اور دہلی اب وہ دہلی نہیں ہے جو آپ کے زمانے میں تھی۔

دوسری بات جو جناب نے تحریر فرمائی ہے وہ نہایت اہم ہے اور وہ خاص توجہ کی محتاج ہے۔ مولانا حسین احمد صاحبؒ کی تشریف آوری اتنی مشکل نہیں ہے، جتنی مولانا شبیر احمدؒ اور سید عطاء اللہ بخاری کی تشریف آوری مشکل ہے۔ بہر حال آپ فرداً فرداً ان حضرات سے خط و کتابت شروع کیجئے۔ تاریخ مقرر کر کے ان کو اطلاع دیجئے۔ اور میں بھی آپ کی خط و کتابت کے بعد ان کی خدمت میں عرض کروں گا جملہ طلباء اور احباب کی خدمت میں سلام مسنون

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

الجمعیۃ۔ دہلی

۴ر مارچ ۱۹۳۶ء

سیدی مولائی دامت

السلام علیکم۔ میں نے چند نام جناب کی خدمت میں بغرض منظوری ارسال کئے تھے لیکن اس کے بعد جناب کا جو خط موصول ہوا۔ اس میں منظوری کے ساتھ ساتھ مصارف کی کمی اور نقی صاحب کی تشریف آوری پر اصرار تھا۔ آج کل نقی صاحب قبلہ کی صاحبزادی سخت علیل ہے اور وہ بہت پریشان ہیں جمعیۃ علماء صوبہ دہلی کا سالانہ

جلسہ حال میں ہو رہا ہے۔ غالباً اس میں بعض حضرات تشریف لائینگے۔ تو ان سے زبانی عرض کر کے وعدہ لوں گا۔ مولانا حسین احمد صاحب بھی تشریف لائیں گے۔ حضرت نقی صاحب سے کسی مناسب وقت پہ عرض کروں گا۔ مولوی سمیع اللہ صاحب سے اٹھائیس روپے وصول ہو گئے۔ جملہ معاونین مدرسہ کی خدمت میں سلام مسنون۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

بنام مجیب احمد صاحب عرف نواب (رائے پور)

بیعت السعید۔ کوچہ چیلان دہلی

۱۹ مئی ۱۹۵۸ء

جناب نواب صاحب۔ سلام مسنون

ہم آپ کو ناگپور تک یاد کرتے رہے۔ پھر ناگپور سے آپ کی یاد کم ہوئی۔ لیکن دہلی پہونچکر آپ کی یاد نے ہم کو بہت ستایا۔ اب ہم آپ کو ہر وقت یاد کرتے ہیں۔ خدا کرے آپ امتحان میں کامیاب ہوں۔ اور آپ کی کامیابی کی بہت جلد اطلاع موصول ہو۔ آپ تعطیلات میں ضرور دہلی تشریف لائیں اور مجھ کو اطلاع دیں کہ آپ کس گاڑی سے آتے ہیں تاکہ میں آپ کو اسٹیشن پہ آکر لے جاؤں۔ میں مشورہ کر کے تمہاری بہن کے لئے کوئی دوا بھیجوں گا۔ انشاء اللہ۔ زمزم کے پانی کا جو اثر ہوا ہو اس سے مجھکو مطلع کرو۔ اپنے بھائیوں کو میرا سلام کہدو۔ اور اپنی والدہ کی خدمت میں میرا سلام کہو اور

حاجی بھائی اور ان کے بھتیجے رزاق صاحب کو اور ان کے بھائی غنی صاحب کو میرا اسلام پہنچاؤ۔ اور مدرسہ کے مہتمم عبدالقدیر صاحب کو میرا اسلام پہنچاؤ۔ اور قاری صاحب جو نابینا ہیں ان کی خدمت میں میرا اسلام عرض کرو۔

تم اپنے امتحان میں کامیاب ہونے کی بہت جلد اطلاع دو۔ اور تم جب دہلی آؤ تو ڈاکٹر رزاق صاحب سے میری دوا یا وہ نسخہ لکھیں تو وہ نسخہ لیتے آنا۔ والسلام۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

بیت السعید۔ کوچہ چیلان دہلی
۲۷ر مئی ۱۹۵۸ء

محترم مجیب احمد خاں صاحب

السلام علیکم۔ میاں نواب تم بھی عجیب آدمی ہو۔ تم نے آج پورے پندرہ دن کے بعد مجھے خط لکھا جب کہ میں تمہارے خط کا روز انتظار کرتا رہا۔ اور آج کے خط میں بھی نتیجے کا انکار۔ بہرحال نتیجے کے بعد ہی کوئی پروگرام مناسب ہوگا۔

آپ زمزم کا پانی لگاتے رہیئے اس میں کوتاہی نہ کیجئے۔ پانی کم ہو جائے تو اور پانی ڈال دیجئے۔ ڈاکٹروں کی مختلف رائے ہیں۔ بخار میں انجکشن کو نمین کا دیا گیا ہے۔ اس کا اثر بتاتے ہیں۔ بہرحال میں مشورہ کر رہا ہوں۔ میں خود ابھی تک کسی نتیجے پر نہیں پہنچا۔

اب آپ مجھ کو ہر روز اپنی خیریت کا خط لکھتے رہیئے اور گھر کے حالات

وہ واقعات سے مطلع کرتے رہیئے۔ ماسٹر اسحاق کو آپ جانتے ہیں اگر وہ آپ کو ملیں یا آپ ان کو تلاش کر کے میرا سلام کہیئے اور ان سے کہیئے مجھے ان کا خط مل گیا ہے۔ اور میں نے ان کا خط مولانا حفظ الرحمن صاحب کی خدمت میں بھیجدیا ہے۔ بہرحال جب تک آپ کا نتیجہ نہیں آتا آپ ایک کارڈ روزانہ لکھتے رہیں آپ کے خط نہ لکھنے سے مجھے بہت تکلیف ہوئی۔ اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ رزاق بھائی نے میرا کوئی فوٹو لیا ہے۔ اگر کوئی فوٹو انھوں نے لیا ہے۔ تو اس کی ایک نقل مجھ کو بھیجدیں۔ مجھے یہ افسوس ہے کہ انھوں نے ایسا کیوں کیا۔

اب آپ تمام حضرات کو میرا بہت بہت سلام کہدیجیئے۔ خاص طور پر رزاق بھائی، حاجی بھائی اور غنی بھائی۔ ڈاکٹر عبدالرزاق صاحب ماسٹر محمد اسحاق صاحب مدرسہ اسلامیہ کے قاری صاحب۔ اور حافظ جمیل الرحمٰن صاحب ناظم اعلیٰ اور اپنے بھائیوں کو، بہنوئی اور والدہ صاحبہ کو میرا بہت بہت سلام فرمایئے۔ والسلام

فقیر احمد سعید کان اللہ

بیت السعید، کوچہ چیلان دہلی

۴ر جون ۱۹۵۸ء

محترم نواب صاحب۔ زید مجدکم

اسلام علیکم۔ آپ کا خط ۳ر جون کو ملا۔ مجھے تعجب ہے کہ اب تک آپ کا نتیجہ نہیں آیا۔ حالانکہ جون کا مہینہ شروع ہو گیا۔ زمزم کی

دوا جاری رکھیے اور اللہ تعالیٰ سے اچھی امید رکھیے۔ کوئی شخص صحیح رائے قائم نہیں کرتا۔ ہر ڈاکٹر مختلف سوال کرتا ہے۔ جس کا جواب میں نہیں دے سکتا۔ جب آپ تشریف لائیں گے۔ تو آپ کے روبرو گفتگو ہوگی۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کوئی شکل پیدا کردے گا۔ آپ تمام لوگوں کو میرا سلام کہدیجیے۔ حافظ جمیل الرحمٰن صدیقی کا آپ کے خط میں کوئی تذکرہ نہیں ہوتا۔ خدا جانے وہ کہاں ہیں، حاجی میاں، رزاق بھائی، والد صاحب، بہنوئی صاحب والدہ صاحبہ۔ رحمت خاں صاحب۔ ریاض محمد صاحب۔ اقبال خاں صاحب غرض جملہ پرسان حال کی خدمت میں سلام مسنون۔

مدرسہ کے مہتمم صاحب۔ عبدالقدیر۔ قاری صاحب کی خدمت میں سلام مسنون۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہ

بیت السعید۔ کوچہ چیلان۔ دہلی

۸ر جون ۱۹۵۴ء

محترم نواب صاحب۔ زید مجدکم

السلام علیکم۔ خط ملا امتحان کا حال پڑھ کر سخت افسوس ہوا۔ عام مسلمانوں کی شکایت یہی ہے۔ اوّل تو تعلیم پر توجہ کم کرتے ہیں۔ پھر ان سے محنت کبھی نہیں ہوتی۔ بہر حال یہ سانحہ بہت ہی افسوسناک ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ آئندہ کے لئے جو پروگرام ہو اس سے مطلع کیجیے۔ ناگپور میں بارش ہوگئی۔ نہ معلوم رائے پور کا کیا حال ہے۔

بہر حال اپنے پروگرام سے مطلع فرمائیے۔ تاکہ میں کوئی رائے ظاہر کرسکوں

جملہ پرسان حال کی خدمت میں میرا سلام عرض کردیجئے۔

والسلام۔ فقیر احمد سعید کان اللہ

بیت السعید، کوچہ چیلان دہلی۔

۲۱ر ستمبر ۱۹۵۸ء

محترم نواب صاحب دام اقبالکم۔

السلام علیکم۔ ایک عرصے کے بعد آپ کا خط ملا۔ کالج کے داخلہ کا حال معلوم ہوا۔ الحمد للہ اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب کرے۔ آپ پڑھتے کم ہیں اور کھیلتے زیادہ ہیں۔ حالانکہ طالب علمی کے زمانے میں انسان کو پڑھنا زیادہ چاہیئے۔ اور کھیل کم کرنا چاہیئے۔ آپ کے یار دوست بہت ہیں اور آپ کی تعلیم کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ بہر حال میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب فرمائے اور آپ اپنے خاندان کے لئے مفید ثابت ہوں۔ میں نے آپ کو کئی خط بھیجے مگر میرے خط واپس آگئے۔ جب سے میں نے خط لکھنے کا سلسلہ بند کردیا۔ ؎

بے پڑھے خط کو میرے آپنے الٹا بھیجا

افسوس ہے کہ آبروئے تحریر بھی گئی

جملہ پرسانِ حال کی خدمت میں سلام مسنون

والسلام

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

بیت السعید - کوچہ چیلان دہلی
۲۹ ستمبر ۱۹۵۸ء

بجیب احمد خاں صاحب نواب زید مجدکم

السلام علیکم - ۲۵ ستمبر کا خط ملا پڑھ کر خدا کا شکر ادا کیا۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ آپ زندہ ہیں خیریت سے ہیں۔ اور اپنی تعلیم میں مشغول ہیں۔ فٹ بال کم کھیلو، آوارہ لڑکوں کے ساتھ کم پھرو، تعلیم میں لگے رہو انشاء اللہ تعالیٰ کامیاب ہوگے۔ اگر آپا کو لیکر دہلی آجاتے تو شاید یہاں کوئی شکل نکل آتی اور شاید امریکی ہسپتال میں دکھا کر اطمینان کیا جاتا۔ مگر قضا و قدر کو ایسا منظور نہ تھا۔ اب جب تک دہلی آنا نہ ہو اس وقت تک زمزم کا پانی استعمال کرتے رہو۔ اور مدرسہ اسلامیہ کے کسی مدرس سے ایک کاغذ پر سورۃ فاتحہ لکھوا کر زمزم کے پانی میں گھولدو اور وہ لگاتے رہو۔ جب ختم ہو جائے پھر سورۃ فاتحہ لکھوالو اور زمزم کے پانی میں گھولدو اور وہی پانی لگاتے رہو۔ انشاءاللہ صحت ہو جائے گی۔ جو ڈاکٹر اچھا اور جو اچھا حکیم ملے اس سے بھی مشورہ کرو۔ اگر بینائی آجائے تو اچھا ورنہ پھر ایک دفعہ دہلی لاکر اپنے دل کی حسرت پوری کرلو۔

پرسان حال کی خدمت میں سلام مسنون

فقیر احمد سعید کان اللہ

بیت السعید ۔ کوچہ چیلان دہلی
۸ر جنوری ۱۹۵۹ء

محترم مجیب احمد خاں صاحب نواب دام اقبالکم

السلام علیکم، جناب کا خط ۸ر جنوری کو ملا ۔ دل کو مسرت ہوئی۔ بہن کی طرف سے افسوس ہوا۔ آپ ہمت کر کے ایک دفعہ گرمی میں انہیں دہلی لا کر قسمت آزمائی کر لیجئے۔ شاید اللہ تعالیٰ بہتر کرے۔

وہ دوا ضرور لگاتے رہیئے۔ اگر اس زمزم کے پانی سے فائدہ نہ ہوگا تو وہ انشاء اللہ فائدے کا سبب بن جائے گا۔ آپا کو لاؤ تو معتدل موسم میں لانا۔ تاکہ میں آپ کی کوئی خدمت انجام دے سکوں ورنہ سردیوں میں تو آپ جانتے ہیں میں بیکار ہوتا ہوں۔ تمام جاننے والے حضرات کو میرا سلام کہہ دیجیے۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

بیت السعید ۔ کوچہ چیلان دہلی

میاں نواب ۔ سلام مسنون۔

کئی خط لکھے مگر جواب ندارد۔ اب امتحان سے اللہ تعالیٰ نے فارغ کر دیا۔ نتیجے سے بہت جلد بلکہ بذریعہ تار اطلاع دو۔

جملہ پرسانِ حال کی خدمت میں سلام مسنون

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

مورخہ

محترم ومکرم جناب حکیم امتیاز الحق صاحب زید مجدکم

اسلام علیکم ۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آپ خیریت سے پہنچ گئے ۔
آپ کے جانے کے بعد ہم نے بھی خدا کا شکر ادا کیا ۔ اور ایک دن مچھلی پر
آپ کی نیاز دلوا کر مچھلی کھائی ۔ حکیم عبدالسلام مکان سے پکا کر لائے تھے ۔

نہ تو صابری کا گاڑھا آیا اور نہ مولانا حفظ الرحمٰن کے
روپے آئے ۔ عبدالحمید مولوی کا معاملہ ابھی زیر غور ہے ۔ دیکھئے کب باوا
مرتے ہیں اور کب ڈھور بٹتے ہیں ۔ بہر حال یہاں سے کسی امداد کی ابھی
امید نہ رکھیئے ۔ اگر کہیں سے کچھ آیا تو محمد اسحاق صاحب کو پہنچا دونگا
اطمینان فرمایئے ۔ اگرچہ امید کہیں سے نہیں ہے ۔ خان بہادر صاحب
سے میرا سلام کہدیں ۔ اور میری جانب سے ان کا شکریہ ادا کر دیں ۔
اور فرما دیں دہلی کے تمام اہلِ خیر حضرات کراچی پہنچ گئے ہیں ۔ بہر حال
قرآن شریف کی طباعت کے لئے مجھکو بیس ہزار روپے کی ضرورت
ہے خان بہادر یہ روپیہ یا تو خود عنایت فرمائیں یا بھائی بندوں سے
دلوائیں ۔ تاکہ یہ صدقہ جاریہ آپ کا جاری رہے ۔ اور تمام حضرات
کی خدمت میں میرا سلام پہنچا دیں ۔ والسلام

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

مورخہ ۲۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

جناب حکیم صاحب !
آپ کی حرص وہوس پر مولانا نیاز رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر

یاد آگیا۔ ؎

رفتم اندر تہہِ خاک عشق بتانم باقیست
عشق جانم بر بود آفتِ جانم باقیست

واحدی صاحب کو میرا سلام کہنا اور اس شعر کا مطلب ان سے دریافت کر لینا۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہ،

مورخہ۔

مولانا عبدالاول صاحب

السلام علیکم۔ خط پڑھ کر افسوس ہوا اللہ تعالیٰ آپ کو صحت عاجلہ عطا فرمائے۔ کیا یہ بخار میعادی ہے؟ چڑھتا اترتا ہے۔ بہت تشویش ہے اگر صحت ہو تو مفصل ایک خط آج ہی لکھ دیں اور اگر خدانخواستہ افاقہ نہ ہوا ہو تو کم از کم دو سطریں لکھ دیں کہ کیا حال ہے۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہ،

مورخہ ۲۸ رجب سنہ ۱۹۵۶ء

مولوی عبدالاول صاحب

سلام مسنون۔ سنا ہے کہ آپ پھر باہر چلے گئے۔ میرے پاس منجن ختم ہو رہا ہے۔ اگر منجن تیار ہو تو کسی آتے جاتے کے ہاتھ بھیج دیں یا آپ جس دن خود آئیں تو لیتے آئیے۔ امید کہ مزاج گرامی مع الخیر ہوں گے

فقیر احمد سعید کان اللہ لہ، مورخہ ۱۳ مئی سنہ ۱۹۴۷ء

محترم مولانا عبدالاول صاحب زاد مجدکم

السلام علیکم۔ حافظ صاحب کی علالت کا حال معلوم ہو رہا ہے۔
اللہ تعالیٰ موصوف کو صحت عاجلہ عطا فرمائے ہیں، خود بھی السحر کا مشئی
نہیں سمجھا۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کسی وقت حافظ صاحب سے اسکا
مفہوم دریافت کرو۔ دیکھو اگر کوئی بات بتائیں تو پھر لکھ دو۔ میں غور
کر رہا ہوں۔ میری سمجھ میں کچھ آگیا تو عرض کروں گا۔ والسلام
حافظ صاحب کی خدمت میں سلام عرض کر دیں۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ کوچہ چیلان دہلی
مورخہ ۲؍ فروری ۱۹۵۴ء

محترم مولوی عبدالاول صاحب زید مجدکم

اسلام علیکم۔ ارے بھائی وہی گٹھلی جس کے لئے میں نے حافظ
صاحب کو لکھا تھا اور دعا کی درخواست کرائی تھی وہ گٹھلی پک گئی۔ اس
میں شگاف دلوایا اور آج کل اسی میں الجھا ہوا ہوں۔ میں نے لکھا
تھا کہ حافظ صاحب سے دعا کو کہو۔ خدا جانے آپ نے ان سے کہا
یا نہیں۔ اگر ابھی نہ کہا ہو تو ان سے خاص طور پر عرض کرو کہ وہ
دعا فرمائیں تاکہ اس نئی تکلیف سے مجھے نجات نصیب ہو۔ الحمد للہ
مع الخیر ہوں۔ اس پھوڑے کے زخم کے اندمال کا انتظار کر رہا ہوں
چلنے پھرنے سے معذور، اٹھنے بیٹھنے سے معذور تیمم سے نماز وہ
بھی پڑے پڑے یا کبھی بیٹھکر۔ ایک پریشان زندگی ہے جس کو

گذار رہا ہوں۔ حافظ صاحب کی خدمت میں آج ہی عرض کر وا دو آج ہی دعا کراؤ۔ والسلام

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ۔ کوچہ چیلان دہلی

مورخہ ۱۳ر اکتوبر ۱۹۵۵ء

مولانا المحترم زید مجدکم

اسلام علیکم۔ آج مَیں ایک خط لکھ چکا ہوں۔ جس سے گُٹھلی کا انجام معلوم ہو گیا ہوگا۔ اِبْ وہ گُٹھلی شگاف کا ایک زخم ہے۔ جس کا ہر روز ڈریسنگ ہو رہا ہے۔ آج شام کو آپ کا کارڈ ملا حافظ صاحب کا عمل شروع کر دیا ہے۔ اور بجائے گُٹھلی کے زخم پر ہاتھ پھیر رہا ہوں۔ کھانے پینے کی اشیا پر بھی عمل شروع کر دوں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ آپ دعا کے لئے ضرور درخواست کر دیں۔ والسلام

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

مورخہ ۱۳ر اکتوبر ۱۹۵۵ء بعد نماز مغرب

مولانا عبدالادل صاحب

السلام علیکم۔ الحمد للہ۔ زخم بالکل مندمل ہو گیا ہے۔ مگر قضائے الٰہی نے ایک اور صورت تکلیف کی پیدا کر دی ہے وہ یہ کہ جس حصہ میں خارش ہوا کرتی تھی اسی چڑھے میں ایک گُٹھلی ہو گئی ہے۔ جس میں سخت تکلیف ہے۔ نماز بھی کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتا۔ حافظ صاحب کو فوراً توجہ دلائیے اور دعا کی درخواست کیجئے۔ گُٹھلی کو سینک رہا

ہوں ۔ مگر ابھی بیٹھی نہیں ۔ مجھ کو امید ہے کہ اگر حافظ صاحب نے دعا فرمادی تو انشاء اللہ بہت جلد یہ گٹھلی بیٹھ جائے گی ۔ بس حافظ صاحب قبلہ کی دعا کی ضرورت محسوس کر رہا ہوں ۔

رب انی مسنی الضر وانت الرحم الرحمین ہر وقت پڑھتا ہوں ۔

حافظ صاحب کی دعا کا محتاج ہوں ۔ جملہ پرسان حال کی خدمت میں سلام ۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

مورخہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۵۵ء

محترم مولانا عبد الاول صاحب

السلام علیکم ۔ زخم بڑی حد تک مندمل ہو رہا ہے ۔ حافظ صاحب کی دعاؤں کا ثمر دیکھ رہا ہوں ۔ اللہ تعالیٰ ان کو زندہ اور سلامت رکھے میرا سلام عرض کر دیجئے ۔ اور دعا کے لئے مزید درخواست کیجئے ۔ میں اس زخم سے شفا حاصل کر لوں تو حافظ صاحب کو اپنے دوسرے مرض کی طرف توجہ دلادوں جو سردی آتے ہی شروع ہو گیا ہے ۔ یعنی وہ قلب کا مرض ۔ رات کا کو کھنڈ لگنا سانس کا تیز ہو جانا یا تو تم کسی دن آجاؤ تو تم کو تمام کیفیت لکھوادوں ۔ اور پھر حافظ صاحب کو کسی خاص وقت میں سنادو ۔ اور تم بھی سمجھ لو کہ کیا مرض ہے ۔ ریاحی ہے یا قلب کا مرض ہے ۔ ؟

آپ کی خدمت یہی ہے کہ آپ دعا میں یاد رکھیں اور اپنے احباب سے بھی دعا کرائیں۔ والسلام

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۵۵ء

محترم مولانا صاحب

اسلام علیکم۔ آپ کے خط سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی بادی تکلیف ہے۔ بہر حال چمڑے کے موزے پہنے رہو تاکہ چوبیس گھنٹے میں صرف ایک دفعہ پاؤں دھونے پڑیں۔ ڈھکن کا رہنا بھی مرض ہی کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ اور آپ کو شفائے عاجلہ عطا فرمائے۔

حافظ صاحب کو سلام کے بعد دعا کے لئے کہتے رہیئے۔ میری حالت یہ ہے کہ باوجود گرمی شروع ہو جانے کے رات کو ایک مرتبہ ضرور دورے کی کیفیت ہو جاتی ہے۔ اور تقریباً گھنٹہ یا پون گھنٹہ یا اس سے کم طبیعت بے چین رہتی ہے۔

آنے کی بابت کچھ عرض کرنا مشکل ہے۔ جب تک طبیعت کی جانب سے اطمینان نہ ہو سفر اختیار کرنے کی ہمت نہیں پڑتی۔

والسلام حسن الکلام۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

مورخہ ۱۶ شعبان ۱۳۷۶ھ

محترم مولوی عبدالاول صاحب زید مجدکم

اسلام علیکم میں منتظر تھا لیکن آپ کئی دن سے نہیں آئے۔ آپریشن کا زخم مندمل ہونے کے قریب ہے۔ شاید دو تین روز میں پٹی کھل جائیگی۔ خدا جانے تم حافظ صاحب سے دعا کرا رہے ہو یا نہیں۔ مجھے سردی میں جو دورے قلب کے پڑتے ہیں وہ شروع ہو گئے ہیں یعنی رات کو سوتے سوتے تشنج معلوم ہوتی ہے۔ کچھ سانس تیز ہو جاتا ہے۔ اور نیند نہیں آتی۔ اور یہ کیفیت کبھی ایک گھنٹہ کبھی ڈیڑھ گھنٹے اور کبھی دو گھنٹے رہتی ہے اور کبھی آدھے گھنٹے میں ختم ہو جاتی ہے۔ گرمیوں میں نہیں ہوتی۔ دن کو نہیں ہوتی۔ سردیوں میں ہوتی ہے اور وہ بھی رات کو ایک مقررہ وقت پر ایک اور دو کے درمیان۔ اس کے لئے میں چاہتا تھا کہ حافظ جی کو دعا کے لئے آمادہ کرو۔ اور خاص طور پر ان سے دعا کراؤ۔ میں اسی لئے تمہارا انتظار کر رہا تھا۔ بہرحال تم نہیں آئے تو یہ عریضہ لکھ رہا ہوں۔ اور مقصد یہ ہے کہ حافظ صاحب سے یہ تکلیف بیان کرو۔ اور تکلیف بیان کر کے ان کی توجہ دلاؤ۔ اور ان سے دعا کرادو۔

دوسری گذارش یہ ہے کہ میں آج تیس ۳۰ روپے بذریعہ منی آرڈر بھیج رہا ہوں۔ یہ حافظ صاحب کی خدمت میں پیش کر دیں۔ خواہ وہ اپنے استعمال میں لائیں یا مدرسہ میں خرچ کریں۔ آپ تو ان کو دیدیں۔ اور دعا کا ذکر ان سے کسی خاص موقع پر کیجیے۔ اور اپنی طرف سے کچھ میری طرف سے نہ کیجیے۔ اور یوں کہیے کہ اس بیماری میں مبتلا ہے۔ اور اس کو دعا

کی ضرورت ہے۔ میرا مطلب آپ سمجھ گئے ہوں گے۔ روپیوں کے ساتھ دعا کا ذکر نہ آئے۔ یہ روپے تو محض اللہ کے لئے قبول فرمائیں۔ اور دعا کا ذکر کچھ دنوں بعد آئے اور وہ بھی باتوں باتوں میں آئے۔ پھر زور دیکر کہا جائے کہ کسی خاص وقت میں دعا کی جائے۔ تاکہ اس مرض سے نجات مل جائے۔ ڈاکٹر اس کو قلب کا مرض بتلاتے ہیں۔ والسلام

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

کوچہ چیلان دہلی مورخہ ۸ دسمبر ۱۹۵۵ء

المحترم مولانا عبدالاول صاحب زید مجدکم

اسلام علیکم۔ آپ کے دو خط آچکے ہیں۔ میں نے اپنا تغیر غذا اس کرلیا ہے کہ چار انڈوں کی زردی شام کو کھالیتا ہوں اور رات کو آٹھ بجے یخنی پیتا ہوں۔ شاید تمہاری رائے صحیح ہو۔ اگرچہ کوئی خاص فائدہ معلوم نہیں ہوتا ہیٹر جلاتا ہوں کل رات کو چار بجے ٹھنڈ لگی اور ساڑھے چار بجے میں سو گیا۔ بہرحال جواہر مہرہ۔ اور خمیرہ آبریشم ہو یا گیہوں کے ستو ہوں۔ مجھے کسی بات سے عذر نہیں، میں سب کھا لیتا ہوں۔ تم بھی لے آؤ کھا کر دیکھ لوں کوئی چیز اب تک ایسی نہیں ملی جس سے مرض پر قبضہ ہو جاتا۔

سردی کا موسم بہت اچھا ہوتا ہے۔ لیکن میرے لئے یہ موسم ایک تکلیف دہ ہوتا ہے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ کیا معاملہ ہے۔

مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ حافظ صاحب قبلہ نے میری حقیر رقم منظور فرمالی ہے۔ الحمد اللہ علیٰ ذالک۔ کل مولانا محمد یوسف صاحب نظام الدین

سے تشریف لے آئے تھے۔ کل ان سے دُعا کرائی تھی۔ اور دم بھی کرایا تھا دعا اور دوا دونوں باتیں کر رہا ہوں۔ دیکھیے کونسی چیز راس آتی ہے اور کب آتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہ،

کوچہ چیلان دہلی مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۵۵ء

المحترم مولانا عبدالاول صاحب زید مجدکم

السلام علیکم۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اہلیہ کے خواب کو آپ کی تعبیر کے موافق پورا کرے۔ میرے دل میں اجراڑے کی حاضری کا مدتوں سے شوق ہے لیکن موقع میسر نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھا ہوں۔ صرف کھجلی کی تکلیف ہے۔ جو میرا پُرانا مرض ہے۔ البتہ قلب کی تکلیف میں یکا یک تبدیلی پاتا ہوں کہ سردی اور سانس کی تیزی اور سب اوقات کو چھوڑ کر صبح ۵ بجے یہ تکلیف ہوتی ہے۔ اور یہی وقت میرے سو کر اُٹھنے کا ہے۔ سو بحمد اللہ اپنے وقت پر اُٹھ جاتا ہوں۔ دس پانچ منٹ میں سردی ختم ہو جاتی ہے۔ اور سانس ٹھیک ہو جاتا ہے۔ اگر موقع مل جائے اور حافظ صاحب سے دعا کرادو تو شاید یہ مرض ختم ہی ہو جائے اور مجھ کو اس سے نجات ہی مل جائے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔ جملہ اکابر کی خدمت میں سلام مسنون۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہ،

مورخہ ۲۸ دسمبر ۱۹۵۵ء

اس خط کے لکھنے کے بعد ہی آپ کا دوسرا خط آیا۔
حافظ صاحب کی خصوصی توجہ کا شکر گذار ہوں۔ حافظ صاحب نے جن باطنی امراض کا ذکر فرمایا ہے۔ میں خود بھی ان میں احتیاط کرتا ہوں۔ حتی الامکان انشاء اللہ اور خیال رکھوں گا۔ یہ تمام باتیں حضرت حق تعالیٰ کی توفیق پر موقوف ہیں۔ کاش حافظ صاحب میری جسمانی صحت کے سلسلہ میں روحانی اصلاح کو بھی اپنی دعائیں شامل فرمالیں۔ میں سعی کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری سعی کو پورا اور مقبول فرمائے۔ زخم مندمل ہو چکا ہے۔ جن دو باتوں کی اجازت آپ نے چاہی تھی۔ وہ مجھے یاد نہیں رہیں۔ مہربانی فرما کر پھر دوبارہ لکھ دیجیے۔ تاکہ مجھے یاد آجائے

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

مورخہ ۲۸ دسمبر ۱۹۵۵ء

محترم مولانا عبدالاول صاحب زید مجدکم

السلام علیکم۔ خط پڑھ کر رنج ہوا۔ آپ کی طبیعت ابھی تک درست نہیں ہوئی۔ بہرحال گھبرانے کی بات نہیں، اگر بخار جاتا رہا ہے تو انشاء اللہ طاقت بھی آجائے گی۔ یہ بخار کونسا بخار تھا؟ طب میں اس کو کیا کہتے ہیں؟ میرے خیال میں تو ملیریا کا حملہ تھا۔ (واللہ عالم) اللہ تعالیٰ آپ کو صحت عاجلہ عطا فرمائے۔ احتیاط برابر جاری رکھیے۔ دوا اور پرہیز کا سلسلہ قطع نہ کیجیے۔ حافظ صاحب کی خدمت میں بہت بہت سلام کہہ دیں۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ
لاحول

مولانا عبدالاول صاحب زید مجدکم

اسلام علیکم۔ خط پڑھ کر افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت عاجلہ عطا فرمائے۔ کیا یہ بخار میعادی ہے یا چڑھتا اترتا ہے۔ بہت تشویش ہے اگر صحت ہو تو مفصل ایک خط آج ہی لکھ دیں۔ اور اگر خدانخواستہ افاقہ نہ ہوا ہو تو کم از کم دو سطریں لکھ دیں کہ کیا حال ہے۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

مورخہ ۲۸ جون ۱۹۵۶ء

محترم مولانا عبدالاول صاحب

اسلام علیکم۔ آپ کا اشتہار اور مفصل خط موصول ہوا۔ اشتہار اور اپنا سفارشی خط شمع کے دفتر میں روانہ کر دیا ہے۔ شوال کے دعوت نامے کا حال معلوم ہوا۔ میں نے عرض کیا تھا حافظ صاحب سے ملنے حاضر ہوں گا۔ تقریر آپ جانتے ہیں میں کیا کر سکتا ہوں۔ آپ جلسے کی دعوت دے رہے ہیں۔ بہر حال مجھے تاریخ منظور ہے ۲۴ مئی یا ۲۵ مئی ہوگی۔ بہر حال میں نے نوٹ کر لیا ہے۔ بشرط زندگی اور صحت انشاء اللہ حاضر ہوں گا۔ بہتر یہ ہوگا کہ میں میرٹھ حاضر ہو جاؤں گا۔ اور وہاں سے آپ مجھ کو لے لیجئے گا۔ دہلی سے اگر آیا تو موٹر کے تیل میں بہت روپیہ خرچ ہوگا۔ میرٹھ اندر کوٹ آجاؤں گا۔ وہاں سے جس وقت چاہیں آپ لے جائیں یا کسی کو بھیجدیں۔ حافظ صاحب کی خدمت میں میرا سلام عرض کر دیجئے اور دعا کی درخواست کر دیں۔

والسلام۔ فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

مورخہ ۱۴ اپریل ۱۹۵۶ء مطابق ۲ رمضان المبارک ۱۳۷۵ھ

المحترم مولانا عبدالاول صاحب زید مجدکم

اسلام علیکم ۔ آپ کا خط ملا مفصل حالات معلوم ہوئے حکیم یامین صاحب کی ملاقات کا حال بھی معلوم ہوا میری سمجھ میں خود نہیں آیا کہ آخر یہ بلا کیا ہے ۔ موسم میں چونکہ تبدیلی ہو رہی ہے ۔ اس لئے یہ سردی کا وقت بھی آگے بڑھتا جا رہا ہے ۔ یہاں تک کہ آج صبح ½۵ بجے سردی معلوم ہوئی گرم پانی کی تھیلی پہلو میں رکھی اور چھ بجے اٹھ گیا ۔ خمیرہ پھر استعمال کروں گا ۔

شام کا کھانا چلتا نہیں ، تھوڑی سی یخنی تھوڑی سے جائے رات کو آٹھ بجے پی لیتا ہوں ۔ جوں جوں گرمی آئے گی مرض میں کمی ہوتی جائیگی ۔ انشاء اللہ تعالیٰ ۔

بہرحال کوئی اور بات سوچئے آخر ایسا کیوں ہوتا ہے اور رات کے پچھلے حصے میں یہ تکلیف کیوں ہوتی ہے ۔ حافظ صاحب کی خدمت میں سلام عرض کر دیجئے ۔ اور دعا کے لئے درخواست کر دیں ۔ اللہ تعالیٰ بہتر کرے

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

مورخہ ۷ ر فروری ۱۹۵۶ء

محترم مولانا عبدالاول صاحب زید مجدکم

اسلام علیکم ۔ آپ کا تفصیلی خط مجھے ملا ۔ اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ مشین میں کہاں خرابی ہے جو آپ نے کہا ہے یہ بات سمجھ میں آتی ہے ۔ ہو سکتا ہے کہ یہی ہو ۔ حالانکہ اب خاصی گرمی ہو گئی ہے ۔ لیکن اب بھی دو تین دن میں یہ تکلیف ہو جاتی ہے ۔ بہرحال میں آپ کی اور

حافظ صاحب کی دعاؤں کا محتاج ہوں۔ شاید مارچ کے آخر میں یا اپریل کے شروع میں سفر کے قابل ہو سکوں گا۔ آپ جملہ پرسانِ حال کی خدمت میں سلام کہہ دیجئے۔ والسلام

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

مورخہ ۲۲ فروری سنہ ۱۹۵۶ء

محترم مولانا عبد الاول صاحب زید مجدکم

السلام علیکم۔ الحمد للہ خیریت سے ہوں۔ سردی کا دورہ ہر روز ہوتا ہے۔ کبھی دو بجے، کبھی تین بجے، کبھی چار بجے، شاید تم نے حافظ صاحب سے دعا کرانی چھوڑ دی۔ تمہارا خمیرہ نافع نہیں ثابت ہوا۔ چار پانچ روز کھایا۔ اس سے کچھ نزلے کی تحریک ہوئی، سینے پر نزلہ کا اثر معلوم ہوا۔ تو میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ دلیہ کھانے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ صرف یخنی پی رہا ہوں۔

یہ ضرور ہے کہ دورہ آدھے گھنٹے یا زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹے ہوتا ہے۔ لیکن یہ ایک گھنٹے کی بے چینی صبح آنکھ نہیں کھلنے دیتی۔ بہر حال آپ کی اور حافظ صاحب کی دعا کا محتاج ہوں۔ والسلام

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

کوچہ چیلان دہلی

مورخہ ۲۷ جنوری سنہ ۱۹۵۶ء

⁂ ⁂ ⁂

محترم مولانا عبدالاول صاحب

السلام علیکم، آپ کی علالت کا خط آیا تھا۔ میں نے کئی دفعہ خط لکھنے کا ارادہ کیا مگر تفسیر کے کام کی وجہ سے مجھے موقع نہیں ملا۔ کل آپ کا خط ملا۔ الحمدللہ تفسیر کا کام ۱۴ ر شعبان کو ختم ہوگیا۔ اب صرف نظر ثانی کرتا رہتا ہوں۔ الحمدللہ گرمی شروع ہونے کے بعد مرض کا دورہ بند ہوگیا۔ طبیعت کی حالت درست ہے۔ مارچ کے آخر تک دورے کا سلسلہ جاری رہا۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ اب قلب کے دورے سے مامون ہوں۔ حافظ صاحب کو مطلع کردیں۔ رمضان المبارک کے ختم ہونے کے بعد بشرط زندگی حافظ صاحب کی زیارت کے لئے حاضر ہونگا۔ تفسیر کی مقبولیت کے لئے دعا کی ضرورت ہے۔

آپ فرمائیے آپ کے ورم کی کیا حالت ہے۔ اور آپ کی طبیعت کا کیا حال ہے کیونکہ آپ کے خط سے معلوم ہوا تھا۔ کہ آپ کے پاؤں پر ورم تھا اور مرض کی صحیح تشخیص نہیں ہوسکی۔ آپ اپنی تفصیلی خیریت اور مرض کی حقیقت سے مطلع فرمائیے۔ حافظ صاحب کی خدمت میں میرا سلام عرض کردیں۔ اور جملہ پرساں حال کی خدمت میں سلام کہدیں اور اپنی خیریت سے بہت جلد مطلع فرمائیے۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

دھلی

مورخہ ۱۴ر اپریل ۱۹۵۰ء

محترم مولوی عبدالاول صاحب زید مجدکم

السلام علیکم۔ آج آپ کا مفصل خط ملا۔ حافظ صاحب کے ارشادات میں نے پڑھ لیے۔ الحمدللہ حافظ صاحب کو میرا خیال ہے۔ امید ہے انشاء اللہ اصلاح ہو گی۔ حافظ صاحب کے لیے حسن خاتمہ کی دعا کرتا ہوں۔ بھائی میں کچے راستے کے لیے بیل تانگہ چاہتا ہوں۔ کسی لیے ہو میرٹھ کا راستہ میں نے دیکھا ہے اس کو مناسب سمجھتا ہوں مئو کی بجائے وہ جگہ مناسب ہے جہاں سے ہم پیچھے چلے تھے جہاں واپسی میں آپ بھی ہمارے ساتھ تھے۔ دیکھو بھائی اگر میں حاضر ہوا اور کوئی صورت نکل آئی۔ تو انشاء اللہ آپ کا ذاتی مہمان ہوں گا۔ اور اپنی اہلیہ محترمہ سے فرما دیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

میاں مجھ کو تو کسی نے دعوت نہیں دی میرے ایسے کہاں نصیب کہ کوئی مجھ کو دعوت دے اور اگر دی گئی تو آپ کو ترجیح دوں گا۔ اور اپنے سفر کا پھر کا پ مقرر کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ رہی یہ بات کہ کسی سے کہوں تو مجھ کو کوئی ایسا نظر نہیں آتا پہلے بھی یہ بات مشکل تھی۔ اور اب تو کوئی ایسی توقع نہیں۔ بہرحال اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو آپ کے مقصد میں کامیاب فرمائے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔ والسلام

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

مورخہ ۶ر جون ۱۹۵۶ء

محترم راسخ صاحب زید مجدکم

اسلام علیکم۔ خط پہنچا رسید ملی۔ جو بات میں نے حافظ صاحب کے لئے لکھی تھی اس کا جواب نہیں ملا۔ نہ تم نے بیل تانگہ کے متعلق کچھ لکھا کہ میری حاضری پر بیل تانگہ یا میرٹھ کی ٹرک پر آسکے گا یا نہیں؟ میں حافظ صاحب کی دعاؤں کا متمنی ہوں۔ نیز قلب کی صفائی اور تاریکی کی دوری کا خواہشمند ہوں۔ عبادت میں سستی، لذت کی کمی، ان تمام باتوں کے متعلق کوئی شافی جواب چاہتا ہوں۔ اس کا تم نے کوئی ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ میں نے تاکید کے ساتھ لکھا تھا۔ بہر حال ان تمام باتوں کا ذکر کردو اور ان سے دعا کے لئے عرض کرو۔ اور مجھکو کوئی اطمینان بخش جواب دو۔ اگر زندہ رہا تو بارش کے بعد حاضر ہوں گا۔ غالباً ستمبر میں حاضری کا قصد کروں گا۔ والسلام جملہ پرسان حال کی خدمت میں سلام۔ حافظ صاحب کی خدمت میں مودبانہ سلام عرض کردیجئے۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

مورخہ ۴ رجون ۱۹۵۶ء

محترم مولانا عبدالاول صاحب زید مجدکم

اسلام علیکم۔ الحمد اللہ خیریت ہے۔ سردی یعنی قلب کی کمزوری کا رنگ بھی گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ بہر حال اگر بزرگوں اور دوستوں کی مسلسل دعائیں جاری رہیں تو مجھ کو امید ہے کہ اس مرض سے بھی دعاؤں کی برکت سے نجات حاصل ہو جائے گی دما ذالک علی اللہ بعزیز۔

سورۂ فاتحہ کا خیال رکھتا ہوں۔ مگر کبھی کبھی نسیان بھی ہو جاتا ہے۔ حافظ صاحب کو اطمینان دلائیں کہ ان کے حکم کی حتی الامکان تعمیل کرتا ہوں۔ اگر موسم خوشگوار ہو گیا۔ اور قلب کے دوروں سے نجات مل گئی تو انشاء اللہ تعالیٰ ضرور حاضر ہوں گا۔

ہمدرد کا خمیرہ ارشد والا اور الاحمر یا جواہر مہرہ کبھی کبھی کھالیتا ہوں۔ تم اطمینان سے تیار کر لو میں نے کہدیا ہے۔ کہ مجھے دوا کھانے میں کوئی عذر نہیں، شاید کوئی دوا کارگر ہو جائے اور مجھے اس مرض ریاحی اور قلبی سے نجات مل جائے۔ جملہ پرسانِ حال کی خدمت میں، اور حافظ صاحب کی خدمت میں خصوصاً میرا سلام عرض کر دیجیے۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

مورخہ ۲۶ جنوری ۱۹۵۶ء

محترم و مکرم مولانا عبد الاول صاحب زید مجدکم

السلام علیکم۔ خط ملا درم کے عود سے تشویش ہوئی۔ اللہ تعالیٰ صحت عاجلہ عطا فرمائے۔ یہ کیا مرض ہے؟ اور کیوں اس کا عود ہوا؟ ذرا تفصیل سے آگاہ کیجئے۔ آپ کیا علاج کر رہے ہیں۔ اور یہ مرض کب سے ہے؟ بہر حال ذرا تفصیل سے آگاہ کیجئے۔ اور حافظ صاحب سے کہدیجئے کہ الحمد للہ میری حالت اب اچھی ہے۔ گرمی بڑھتی جاتی ہے۔ میری تکلیف کم ہوتی جاتی ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ میری تفسیر کا آدھا پارہ اور رہ گیا ہے۔ دعا کی ضرورت ہے۔ والسلام آج

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ مورخہ ۲۹ فروری ۱۹۵۶ء

محترم مولانا عبدالاول صاحب زید مجدکم

اسلام علیکم کئی دن ہوئے آپ کا نوازش موصول ہوا تھا۔ جواب میں تاخیر ہوئی۔ پروگرام بھی یہ تھا جو مولانا عبداللطیف نے آپ کو بتایا۔ لیکن قضا اور قدر کی طاقت کا کون مقابلہ کرسکتا ہے عرفت ربی بفسخ العزائم

بہرحال بشرط زندگی اور صحت کوئی اور وقت اور تاریخ مقرر کرکے آپ کو اطلاع دوں گا۔ اس خط میں آپ نے نہ تو اپنی صحت کا ذکر کیا نہ حافظ صاحب کا کوئی ذکر کیا۔ حافظ صاحب کا مزاج کیسا ہے؟ اور آپ کی طبیعت کا کیا حال ہے؟ تمام پرسان حال کی خدمت میں میرا اسلام عرض کردیں۔ حافظ صاحب کی خدمت میں فقیر کا سلام سلام عرض کردیں۔ والسلام

خیریت کا طالب:۔ فقیر احمد سعید کان اللہ لہ

مورخہ ۲۹ ستمبر ۱۹۵۶ء

محترم مولانا عبدالاول صاحب زید مجدکم

اسلام علیکم۔ صحت مزاج کا حال پڑھ کر مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔ حافظ صاحب کی کمزوری کا حال پڑھ کر تشویش ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان کو تادیر ہم سب کے سروں پر قایم رکھے۔ اگر مزاج سامی صحیح ہوں تو ان سے عرض کردیجئے معصیت سے بے رغبتی اور اور نفرت قلب میں پیدا ہورہی ہے۔ مگر عبادت کا شوق ابھی پیدا نہیں ہوا۔ میں چاہتا ہوں کہ دونوں باتیں ہوں معصیت سے نفرت

اور عبادت سے محبت پیدا ہو جائے۔ اس کے لئے دعا کی درخواست کر دیجئے اور اپنی خیریت سے مطلع فرماتے رہیئے۔ والسلام

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

مورخہ ۲۶ر جولائی ۱۹۵۶ء

محترم المقام مولانا عبدالاول صاحب

السلام علیکم۔ عرصے سے نہ تو آپ کا کوئی خط آیا اور نہ ہی آپ کی خیریت معلوم ہو سکی ۱۷ ربیع الاول کو حافظ صاحب کا ایک خط آیا تھا جس میں مدرسہ کے لئے جڑاول کی ضرورت ظاہر کی گئی تھی۔ دہلی کی حالت آپ کو معلوم ہے۔ اس وقت تک مجھے کامیابی نہیں ہوئی۔ حافظ صاحب لڑکے کی شادی میں مشغول تھے۔ اب کی جمعہ کو آئیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ ان سے عرض کروں گا۔

میری طبیعت موسم سرما کی وجہ سے خراب رہتی ہے روز رات کو تکلیف ہو جاتی ہے۔ اور رات کے کچھ حصے میں جاگتا رہتا ہوں حافظ صاحب کی دعا کا محتاج ہوں۔ آئندہ ہفتے تک جو کچھ میسر ہو سکیگا انشاء اللہ تعالیٰ حاضر کروں گا۔ والسلام

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

مورخہ ۳ر دسمبر ۱۹۵۶ء

محترم مولانا عبدالاول صاحب زید مجدکم

السلام علیکم۔ الحمد للہ بخیریت تمام دہلی پہنچ گیا۔ اور مع الخیر ہوں۔

میں جو روپے آپ کو دیئے تھے وہ اجراڑے کے مدرسہ اسلامیہ کے لئے ہیں۔ حافظ صاحب کی خدمت میں بہت بہت سلام عرض کردیں کہ میری روحانی اصلاح پر توجہ فرمائیں۔ میں قلب میں تاریکی محسوس کرتا ہوں۔ اگر زندہ رہا تو ستمبر کے مہینے میں حاضر ہوں گا۔ بشرطیکہ تم وہاں سے بیل تانگہ کا انتظام کرادو۔ وہ بیل تانگہ میرٹھ سے لے جائے اور دوسرے دن میرٹھ ہی پہنچا جائے۔ اگر آپ ایسا انتظام کرسکتے ہیں تو مطلع فرمایئے۔ اور اگر حافظ صاحب اپنی خصوصی توجہ سے میرا علاج اجراڑے ہی سے کردیں تو حاضر نہ ہوں۔ امید ہے کہ آپ حافظ صاحب سے ذکر کرنے کے بعد اپنی رائے سے مطلع فرمائیں گے۔ حافظ صاحب کی خدمت اقدس میں میرا سلام عرض کردیں۔ والسلام

فقیر احمد سعید کان اللہ لہ

مورخہ ۳۰ رمئی ۱۹۵۶ء

محترم مولوی حکیم عبدالاول صاحب زید مجدکم

السلام علیکم۔ خط ملا، جلسے میں حاضر نہ ہونے کا افسوس رہا۔ حافظ فضل الرحمن صاحب مجھ سے ملاقات کرچکے ہیں۔ دس روپے واقعی کم ہیں۔ لیکن موجودہ صورت حالات میں اس سے زیادہ کی توقع نہیں۔ مگر یہ کہ کوئی مسجد ان کو مل جائے۔ طلبا میں مناسبت بہت ہے ایک کا سلوک دوسرے کو برداشت نہیں۔ بہرحال میں ان کا خیال رکھوں گا۔ لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا

آپ کی علالت موجب تشویش ہے۔ اللہ تعالیٰ صحت عاجلہ عطا فرمائے۔ حافظ صاحب کی خدمت میں نیاز مندانہ سلام عرض کر دیجئے۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

مورخہ ۲۲ جون ۱۹۵۷ء

محترم مولانا عبد الاول صاحب زید مجدکم

السلام علیکم۔ رمضان المبارک میں چوبیس روپے آپ کو بھیجے گئے تھے اس کی کوئی رسید آپکی جانب سے نہیں آئی یہ روپے زکوٰۃ کی مد کے تھے اور یہ رقم مدرسہ کے لئے ہے۔ آپ کا کوئی خط ہی موصول نہیں ہوا۔ نہ آپ کی خیریت ہی معلوم ہوئی جو حضرات زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنے کے لئے مجھے دیتے ہیں ان میں سے میں مدارس عربی کو بھی روانہ کرایا کرتا ہوں۔ اس لئے آپ کم از کم مجھ کو اطلاع کر دیں۔ حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں سلام عرض۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

مورخہ ۹ مئی ۱۹۵۷ء

محترم مولانا عبد الاول صاحب زید مجدکم

السلام علیکم۔ یہ طریقہ علالت کا مخدوش ہے آپ یا تو دہلی آکر حکیم ذکی احمد صاحب سے رجوع کیجئے اور یا سہارنپور جاکر حکیم یامین صاحب سے رجوع کیجئے۔ بہر حال اس مرض سے غفلت نہ کیجئے۔ آپ کے اس خط سے تفصیلی حالات معلوم ہو گئے۔ بہر حال روپیہ جمع ہو گیا مدرسہ میں، اور

یہی مطلوب تھا۔ اپنے مرض کے سلسلے میں کوئی خدمت میرے لائق ہو، تو
مجھے فرمائیے۔ میں طبیب تو ہوں نہیں، اور پھر خود بھی ریاحی امراض کا شکار
ہوں۔ رائے العلیل علیل، پھر بھی جو مشورہ ہوگا۔ عرض کردں گا حافظ
صاحب سے میرے لئے دعا کراتے رہیئے۔ بالخصوص کشف الرحمٰن کی
طباعت کے لئے دعا کی درخواست کیجیے۔ والسلام

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

مورخہ ۱۶ر مئی ۱۹۵۷ء

مولانا محترم حکیم عبدالادل صاحب زید مجدکم

اسلام علیکم۔ دہلی پہنچکر آپ کا تعزیت نامہ ملا شکریہ! آپ نصیر کو
جانتے تھے۔ اس کو صرع کا دورہ پڑتا تھا اس دفعہ کھانا کھا کر پلنگ پر
لیٹا۔ ذرا آنکھ لگی تھی کہ دورہ ہوا پلنگ پر سے نیچے گرا۔ اور قلب کی
حرکت بند ہو گئی۔ میں آپ سے امید رکھتا ہوں کہ آپ محمد نصیر کو دعائے
مغفرت میں یاد رکھیں گے۔ اور حافظ صاحب کی خدمت میں بھی عرض
کریں گے۔ کہ کسی وقت خاص میں مرحوم کے لئے دعا فرما دیں ۔والسلام

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

مورخہ ۱۰ر اگست ۱۹۵۷ء

محترم المقام مولوی عبدالادل صاحب زید مجدکم

اسلام علیکم۔ آپ کا خط ملا۔ میں نے پہلے منی آرڈر آپ کے نام
روانہ کیا تھا۔ وہ واپس آیا معلوم ہوا کہ آپ پاکستان گئے ہوئے تھے۔

بہرحال پھر حافظ صاحب کے نام بھیجا۔ یہ روپے حافظ رحمت الٰہی صاحب نے دیئے تھے۔

آپ نے اپنی خیریت کا حال نہیں لکھا نہ معلوم آپ کے پاؤں کا ورم کیسا ہے۔ امید ہے کہ اب مع الخیر ہوں گے۔ مجھے خوشی ہوگی اگر آپ خیریت سے مطلع فرمائیں گے اور حافظ صاحب سے میرے لئے دعا کی درخواست کریں گے۔ والسلام

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

مورخہ ۱۱ر مارچ ۱۹۵۷ء

مولانا عبدالاول صاحب زید مجدکم

السلام علیکم۔ میں تو ایک خط بھیج چکا ہوں شاید ملا نہ ہوگا۔ زکوٰۃ کی رقم ہے اور مدرسہ کے لئے ہے۔ اب جس طرح مناسب ہو رسید لکھدیں۔ بہرحال روپے پہنچنے کی اطلاع مل گئی۔ حافظ صاحب قبلہ سے دعا کے لئے کہدیں۔ ریاحی بواسیر کے باعث پریشان ہوں۔ دعا کا طالب ہوں۔ والسلام۔ فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

مورخہ ۱۲ر مئی ۱۹۵۷ء

محترم المقام مولانا عبدالاول صاحب زید مجدکم

السلام علیکم۔ جلسے کی اطلاع موصول ہوئی۔ گرمی کی شدت اور طبیعت کی کمزوری اور کم ہمتی کے پیش نظر کوئی وعدہ نہیں کرسکتا۔ معاملہ خدا کے سپرد ہے۔ جمعہ کے روز حافظ صاحب سے بات کروں گا نہیں کہا

جاسکتا کہ وہ آمادہ ہوں گے یا نہیں۔ بہرحال اگر حاضری ہوئی تو ٹھکانہ ہی
حکیم الیاس صاحب کی کوٹھی مناسب ہوگی۔ اگر وہیں بیل گاڑی یا موٹر کا
انتظام ہو تو ٹھیک رہے گا بیل کے تانگہ کو میں اس لئے ترجیح دیتا ہوں
کہ وہ کم از کم راستے سے واقف ہوگا۔ گاؤں کا آدمی راستہ بھول جاتا ہے
اور یہی حال موٹر کا ہوگا۔ شام کا بلکہ رات کا ہو جانا یقینی ہے۔ اور
مولانا عبداللطیف کی بھول نے میرا ہر شخص سے اعتماد متزلزل کر دیا ہے
وہ چاندرات تھی اگرچہ چاند کو گہن تھا۔ یہ راتیں ایسی ہونگی جن میں چاند
رات کے دس بجے گیارہ بجے بالکل ہی غروب ہو جائے گا۔ بہرحال
وعدہ نہیں ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ وقت کے وقت کوئی سامان پیدا
کر دے تو وما ذلك على الله بعزیز بہتر یہ ہوگا کہ امسال یہ
کام حضرت شیخ سے لیا جائے۔ والسلام۔ حافظ صاحب کی خدمت
میں سلام مسنون۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ۔ مورخہ ۲۹ مئی ۱۹۵۷ء

محترم المقام مولانا عبدالاول صاحب زید مجدکم

السلام علیکم۔ بھائی چالیس سال کی عمر کے بعد جب کوئی مرض
لگتا ہے وہ بہت کم جاتا ہے۔ کچھ دنوں کو دب جاتا ہے لیکن پھر
ابھر آتا ہے۔ انسان حساب لگایا کرتا ہے کہ دو سال پہلے یہ بیماری
ہوئی تھی۔ لیکن اس سال پھر زور ہو گیا اور یہاں عمر ستر سال سے
تجاوز ہو چکی پھر کیا پوچھنا اس سال سردی ذرا قبل از وقت شروع
ہو گئی، سردی کے شروع ہوتے ہی ٹھنڈ کے دورے پڑنے شروع

ہو گئے۔ تقریباً ایک ہفتہ سے اس کشمکش میں مبتلا ہوں۔ رات کو بھی ڈھائی سے ساڑھے تین تک سردی محسوس ہوتی ہے۔ ہیٹر جلائے تو اور خدا خدا کر کے ساڑھے تین بجے نیند آئی۔ حضرت حافظ صاحب کو توجہ دلایئے۔ آپ کے تشنج کا حال پڑھ کر افسوس ہوا کچھ آپ نے معلوم بھی کیا کہ اس تشنج کی وجہ کیا ہے؟ اور یہ مرض کیوں آپ کا پیچھا نہیں چھوڑتا۔ حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں میرا سلام عرض کر دیں۔ والسلام

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ مورخہ ۳ر نومبر ۱۹۵۶ء

مولانا محترم المقام عبدالاول صاحب

السلام علیکم۔ بھائی اس کام کا مجھ سے کیا تعلق ہے۔ یہ کام تو مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کرا سکتے ہیں۔ میں حکیم محمود الحسن صاحب کے لئے کوشش کر رہا ہوں۔ اور اس میں اب تک کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ اس میں کوئی کامیابی کی امید ہو تو حکیم مشتاق صاحب کا ذکر بھی کر دوں۔ بہر حال آپ کوشش جاری رکھئے۔ لعل اللہ یحدث بعد ذٰلک امرا۔ حافظ صاحب قبلہ سے دعا کی درخواست کیجئے آپ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سے ضرور رجوع کیجئے۔ والسلام

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ مورخہ ۸ر جنوری ۱۹۵۸ء

محترم مولانا صاحب زید مجدکم

السلام علیکم۔ آپ کا خط موصول ہوا۔ پنڈت جی سے ملاقات مشکل ہے۔ مولانا آزاد دفعتہً علیل ہو گئے۔ کام میں تعویق ہو گئی۔

دعا کی ضرورت ہے۔ والسلام

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ مورخہ ۲۰ر فروری ۱۹۵۶ء

محترم مولوی عبدالادل صاحب

اسلام علیکم، خیریت نامہ ع ۲۲؍۲ پڑھ کر آگاہی ہوئی۔
الحمد للہ تعلیم کا کام کرتے رہیئے یہ ذریعہ نجات ہے۔ علالت کا
حال پڑھ کر افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت عاجلہ عطا فرمائے
دیگر کار لائقہ ہیں یاد رکھیں مقصد کام ہونا چاہیئے۔ نام کی
ضرورت نہیں۔ حاجی محمد اسمٰعیل صاحب کی خدمت میں میرا سلام
عرض کردیں۔ والسلام۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ مورخہ ۱۹ر مئی ۱۹۵۶ء)

محترم المقام مولوی عبدالادل صاحب زید مجدکم

اسلام علیکم۔ آپ یا تو بیمار تھے یا ایک دم کراچی پہونچ
گئے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ آپ کا معین و مددگار ہو۔ اور آپ
کو صحت عاجلہ عطا فرمائے۔ اپنے میزبان حافظ جمیل احمد صاحب
کی خدمت میں میرا اسلام عرض کر دیجئے۔

حافظ جمیل احمد صاحب سے فرمادیں کہ میاں دہلی میں جب
تک تھے جب تو خیر ستاتے ہی تھے۔ لیکن کراچی پہنچکر بھی اپنی
بے مہری سے باز نہ آئے اور کسی آتے جاتے کے ہاتھ مرتبے یا اچار کا
ایک ڈبہ بھی ہم کو بھیجنا نصیب نہیں ہوا۔ والسلام

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ مورخہ ۱۱ر اپریل ۱۹۵۹ء

محترم حکیم سید محمد یامین صاحب زید مجدکم

السلام علیکم - یہ مرحوم وہی بھائی ہے جس کو آپ نے ملاحظہ فرمایا تھا۔ صرع کے دورے پڑے تھے۔ ایک دفعہ کسی زہریلے سانپ نے کاٹ لیا تھا۔ یہ دوروں کی تکلیف میں عرصہ سے مبتلا تھا۔ آخر ایک روز آپڑا۔ پلنگ پر سے نیچے گرا اور قلب کی حرکت بند ہوگئی۔ آپ سے اس کی مغفرت کے لئے دعا کی درخواست کرتا ہوں۔

آم آپ کے اچھی حالت میں ملے۔ اور پورے چار دن کے بعد کھانے کے قابل ہو سکے۔ شکریہ، میاں یوسف کا اللہ تعالیٰ اقبال بلند فرمائے۔ اور اُن کو حافظ قرآن فرمائے۔ جملہ احباب کی خدمت میں سلام مسنون۔ حکیم ذوالنون مولانا حکیم ایوب حکیم محمد یاسین صاحب کی خدمت میں سلام مسنون۔ حضرت شیخ الحدیث کی خدمت میں نیاز مندانہ سلام مسنون۔ والسلام

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ مورخہ ۳ اگست ۱۹۵۷ء

محترم المقام جناب حکیم سید محمد یامین صاحب زید مجدکم

السلام علیکم۔ زندگی نام ہے پریشانیوں اور آسانیوں کے مجموعہ کا، حضرت حق جل جلالہٗ کا ارشاد ہے۔ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا۔ زبانی حال معلوم کر کے مسرت ہوگی۔ الحمد للہ علیٰ احسانہٖ۔ پریشانیوں کی حالت میں صبر کی تعلیم دی گئی ہے۔ اور مسرت کے موقع پر حق تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے

وسط نومبر تک تشریف لانا ہو تو آجایئے ورنہ شروع دسمبر میں رکھیئے۔ اس لئے کہ ۲۰ر نومبر سے آخر ماہ تک بہت ہی مشغول ہوں شاید کھل کر ملاقات کرنے کا موقع نہ ملے۔ مولانا حکیم محمد ایوب حکیم محمد یاسین، حکیم محمد ذوالنون صاحب کی خدمت میں سلام مسنون۔ برخوردار محمد یوسف کو دعا۔ حضرت شیخ الحدیث اور اکابر مدرسہ کی خدمت میں سلام مسنون۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ مورخہ ۶ر نومبر ۱۹۵۸ء

محترم و مکرم جناب حکیم سید محمد یامین صاحب زاد اللہ مجدکم۔ السلام علیکم۔ گرامی نامہ کا شکریہ، انشاء اللہ روغن بادام استعمال کروں گا۔ سردیاں شروع ہیں۔ کل سے بارش کے ہلکے ہلکے چھینٹے پڑ رہے ہیں میں ایک روز کے لئے مرادآباد گیا تھا۔ پرسوں ڈیڑھ بجے واپس آیا ہوں، وہاں طبیعت خراب ہو گئی۔ صرف ایک شب قیام کیا۔ الحمد للہ اب اچھا ہوں، قبض ہے۔ خدا جانے آپ کب تک تشریف لا رہے ہیں، حکیم ذوالنون مولانا حکیم محمد ایوب، حکیم محمد یاسین صاحبان کی خدمت میں سلام مسنون۔ محمد یوسف کو دعا۔ حضرت شیخ الحدیث کی خدمت میں مؤدبانہ سلام مسنون۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

مورخہ ۶ر نومبر ۱۹۵۹ء

محترم و مکرم جناب حکیم سید محمد یامین صاحب زید مجدکم
السلام علیکم - الحمد للہ آپ مع الخیر سہارنپور پہونچ گئے۔
مہماں نوازی میں جو کوتاہی ہوئی ہو اُسے معاف فرمائیے گا۔ آپ کو
معلوم ہے کہ میں اپنی کمزوری اور ضعف کے باعث یہ بھی نہیں
معلوم کر سکا کہ حویلی میں سے کیا آیا اور آپ نے کیا کھایا۔ میں
اپنی پرہیزی غذا کی وجہ سے آپ کے ہمراہ کھانا بھی نہیں کھا سکا.
جو مجھ کو معلوم ہوتا کہ آپ نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا۔ یا نہیں!
بہر حال امید ہے کہ آپ میری کوتاہی کو نظر انداز فرمائیں گے۔
حکیم ذو النون صاحب۔ حکیم مولانا محمد ایوب صاحب اور حکیم محمد یاسین
صاحب کی خدمت میں سلام مسنون۔ محمد یوسف کو دُعا۔ حضرت
شیخ الحدیث اور جناب صدر مدرس صاحب کی خدمت میں سلام مسنون
صدر مدرس صاحب کا نام گرامی شاید مولانا امیر احمد صاحب ہے۔
والسلام۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ مورخہ ۲۵ نومبر ۱۹۵۹ء

مُحترم و مکرم جناب سید حکیم محمد یامین صاحب زید مجدکم
السلام علیکم - گرامی نامہ کا شکریہ، الحمد للہ رات کو اچھی بارش
ہو گئی۔ عید کی رات کیسی مبارک رات تھی۔ رات کو بارش اور صبح کو
عید۔ اس مقام کا نام تو میں نہیں پڑھ سکا۔ جہاں آپ تشریف لے
گئے تھے۔ لیکن بہر حال احتیاط چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے بڑا فضل کیا.
اور خیریت ہوئی۔ الحمد للہ علی احسانہ - میری جانب سے عید کی مبارکباد

قبول کیجئے۔ حکیم ذوالنون، حکیم مولوی محمد ایوب، حکیم محمد یاسین صاحبان کی خدمت میں سلام مسنون۔ میاں محمد یوسف کو دعا۔

والسلام۔ فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ مورخہ ۹ر جولائی ۱۹۵۷ء

محترم و مکرم جناب حکیم سید محمد یامین صاحب دام مجدکم

اسلام علیکم۔ آموں کی دعوت کا شکریہ، آج کل پھنسیوں کی تکلیف میں مبتلا ہوں۔ ایک ٹانگ میں دو پھنسیاں تو رو بصحت ہیں۔ ایک میں تکلیف زیادہ ہے۔ صاحب فراش ہوں، کہیں جانے آنے کے قابل نہیں ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ صحت عطا فرمائے۔ اور کلیر شریف کی حاضری کا پروگرام بنا۔ اور آموں کی فصل باقی رہی تو انشاء اللہ حاضر ہو کر نیاز حاصل کروں گا۔ ورنہ معذوری ہوگی۔ الحمد للہ کہ آپ بخیریت ہیں۔ اور آپ کو کوئی شکایت نہیں ہے۔ میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو بھی صحت عطا فرمائے۔

حکیم ذوالنون۔ حکیم مولانا محمد ایوب صاحب۔ حکیم محمد یاسین صاحب کی خدمت میں سلام مسنون۔ میاں محمد یوسف کو دعا۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ مورخہ ۱۳ر جولائی ۱۹۵۹ء

محترم و مکرم جناب حکیم محمد یامین صاحب زاد اللہ مجدکم۔

السلام علیکم۔ آپ کا گرامی نامہ آیا تھا نہ تو منڈی سے کوئی لیموں لانے والا ملا۔ اور نہ ہی کوئی سہارنپور جانے والا ملا۔ لیموں آئے۔ مگر تین دن کے بعد میں اپنے کام میں نے آیا۔ اب پھر کہہ رکھا

ہے۔ میرا بازار میں ایسا جانا نہیں ہوتا۔ کوئی آدمی سہارنپور جانیوالا قابل اعتماد میسر نہیں آیا۔ کوئی آدمی مل جائے تو ڈھائی سیر لیموں خرید کر دیدوں۔ مگر کوئی آدمی میسر نہیں آتا۔ آپ کا کوئی واقف کار ہو تو آپ اس کو کہدیں کہ وہ میرے پاس سے آکر لے جائے۔ اللہ تعالےٰ آپ کو صحت عطا فرمائے۔

اپنا اچار مجھ کو تھوڑا سا بھیجدیں تاکہ میں اس کو دیکھ لوں۔ کہ آپ کا اچار کیسا ہوتا ہے۔ بہر حال آدمی کا انتظار ہے۔ ان کو میں نہیں جانتا کہ ان کا قیام کہاں ہے۔ حکیم ذوالنون صاحب۔ حکیم محمد ایوب صاحب۔ حکیم محمد یاسین صاحب کی خدمت میں سلام مسنون۔ برخوردار محمد یوسف کو دعا۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ مورخہ ۱۳ ستمبر ۱۹۵۹ء

محترم و مکرم سید حکیم محمد یامین صاحب دام مجدکم۔

السلام علیکم۔ آپ کی دعاؤں کی برکت سے زندہ ہوں۔ بڑھاپے میں نئی نئی تکلیفیں پیدا ہوتی رہتی ہیں چھوٹی موئی کا درخت ہوں دور سے ہرا بھرا معلوم ہوتا ہوں۔ ہاتھ لگاؤ تو بیکار ہوں۔ اسی وجہ سے سفر کرنے سے گھبراتا ہوں بہر حال اگر زندہ رہا۔ اور اللہ تعالیٰ نے میری آرزو پوری کی تو گنگوہ شریف اور کلیر شریف کا حاضر ہونا منظور ہو گیا تو انشاء اللہ سہارنپور ضرور حاضر ہونگا اگرچہ چند گھنٹوں کے لئے حاضری ہو۔

حکیم ذوالنون۔ حکیم مولانا محمد ایوب۔ حکیم محمد یاسین صاحبان

کی خدمت میں سلام مسنون۔ محمد یوسف کو دعا۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ مورخہ ۲۶ جولائی ۱۹۵۹ء

محترم المقام جناب حکیم سید محمد یامین صاحب زاد اللہ مجدکم

السلام علیکم۔ ۷ نومبر کے گرامی نامہ کا شکریہ۔ جی ہاں مرادآباد ہو آیا۔ بیٹھے بیٹھے تقریر بھی کر آیا۔ رات کو قلب کا دورہ بھی پڑ گیا ایک حکیم صاحب ہمراہ تھے۔ انھوں نے رات کے چار بجے گرم چائے بنوا کر پلوائی۔ چائے کے بعد تھوڑی دیر کھانسی ہوتی رہی۔ اس کے بعد ایک دم آنکھ لگ گئی۔ ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد صبح ہو گئی۔ نماز پڑھی۔ چائے پی کر موٹر میں گھر آ گیا۔ جو تکلیف مقدر میں تھی وہ بھگت آیا یہ خلاصہ ہے مرادآباد کے سفر کا۔

آپ دہلی تشریف لائیں گے۔ اور میں زندہ رہا تو تفصیل عرض کروں گا۔ کہیئے باغ کا کیا حال ہے۔ خدا کرے آپ کا باغ خوب پھلے پھولے۔ حکیم ذوالنون۔ مولانا حکیم محمد ایوب اور حکیم محمد یاسین صاحبان کی خدمت میں سلام مسنون۔ میاں محمد یوسف کو دعا۔ حضرت شیخ الحدیث اور مولانا امیر احمد صاحب صدر مدرس کی خدمت میں سلام مسنون

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ مورخہ ۱۷ نومبر ۱۹۵۹ء

محترم ومکرم حکیم سید محمد یامین صاحب زاد اللہ مجدکم

السلام علیکم۔ آپ کا اور صاحبزادہ بلند اقبال کا خط ملا۔ گھبرانے کی بات نہیں نہ اپنے مرنے کی کوئی اطلاع ہے۔ نہ میں ان بزرگوں میں سے ہوں جن کو ان کے موت کی اطلاع قبل از وقت

مل جاتی ہے۔ اتنا جانتا ہوں کہ بڑھاپے اور موت کے درمیان کوئی اور منزل نہیں۔ اللہ الذی خلقکم من ضعف ثم جعل من ضعف قوۃ ثم جعل من بعد قوۃ ضعفا و شیبۃ۔ یہی تین دور ہیں۔ اور میں تیسرے دور میں ہوں۔ جس کے آگے موت ہی کی گھاٹی ہے۔ اگر میں نے اس کا ذکر کر دیا۔ تو اس سے گھبرائیے نہیں اور نہ ڈریئے۔ بس اللہ تعالیٰ سے انجام بخیر اور خاتمہ علی الایمان کی دعا کیجئے۔

جتنی جلدی آپ فرما رہے ہیں۔ اس قدر جلدی تو ممکن نہیں۔ البتہ میں اپنا پروگرام تجویز کر کے مطلع کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ جمعہ کے بعد کوئی پروگرام تجویز ہو گا۔ اور آپ کو اطلاع دیجائیگی۔ حکیم مولانا محمد ایوب صاحب۔ حکیم محمد یاسین صاحب کی خدمت میں سلام مسنون۔ میاں محمد یوسف کو دعا۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ مورخہ ۱۶ / اپریل ۱۹۵۹ء

محترم و مکرم حکیم سید محمد یامین صاحب دام مجدکم

السلام علیکم۔ گرامی نامہ کا شکریہ، چربی گھٹانے کے لئے ڈاکٹر چکنائی کو منع کرتے ہیں۔ اس لئے مکھن سے بچتا ہوں۔ البتہ انڈے کھا رہا ہوں اور صبح کو کھاتا ہوں۔ شام کو مکھن میں شکر ملا کر کھانے سے کیا مراد ہے۔ دیسی گڑ کی شکر یا کھانڈ یا چینی جس کو قند کہتے ہیں۔ شکر کو میں نہیں سمجھ سکا۔ اگر روغن بادام کا استعمال مناسب ہو تو اس کی ترکیب تحریر

فرما دیجئے۔ بہرحال آج کل تو نزلہ سخت ہو رہا ہے۔ کل سے یہاں سردی بڑھ گئی ہے۔ حکیم ذوالنون صاحب۔ حکیم محمد ایوب صاحب۔ حکیم محمد یاسین صاحب کی خدمت میں سلام مسنون۔ میاں یوسف کو دعا۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ مورخہ ۲۸ر اکتوبر ۱۹۵۹ء

محترم المقام حکیم سید محمد یامین صاحب دام مجدکم

السلام علیکم۔ گرامی نامہ کا شکریہ، کیا عرض کروں کئی مہینے سے حاضری کا قصد کر رہا ہوں۔ مگر حضرت حق جل مجدہٗ کو منظور نہیں۔ کوشش تو یہی ہے کہ آموں کی فصل باقی رہے لیکن کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ پھلسیوں کو اب آرام ہو رہا ہے۔ چلتا پھرتا ہوں لیکن سفر نہیں کر سکتا۔ میں نے آپ کا گرامی نامہ محمد سعید کو دیدیا تھا کہ وہ سید محمد احمد صاحب کو پہونچا دیں۔ خدا جانے انھوں نے کیا کیا میں دوبارہ دریافت نہیں کر سکا۔ میرا جانا آنا نہیں ہوتا۔ جو میں اُن سے خود ملاقات کر دل میں نے عرض کیا۔ کہ کئی بار پروگرام بنائے۔ مگر ماشاء اللہ کان و مالم یشاء لم یکن کا مضمون ہے۔ بہرحال جو اُن کی مشیت ہوگی۔ وہ ہوگا۔ حکیم ذوالنون صاحب مولانا حکیم سید محمد ایوب صاحب۔ حکیم محمد یاسین صاحب کی خدمت میں سلام مسنون۔ حضرت شیخ الحدیث کی خدمت میں سلام مسنون۔ محمد یوسف کو دعا۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ مورخہ ۲۲ر جولائی ۱۹۵۷ء

محترم ومکرم سید حکیم محمد یامین صاحب۔ دام مجدکم

السلام علیکم۔ طبیعت کئی دن سے خراب ہے۔ قبض ہے۔ کرسچن سالٹ صبح کو پیتا ہوں۔ قبض اتنا سخت ہے کہ اجابت کا ابتدائی حصہ بالکل خشک ہوتا ہے۔ برز زخمی ہوجاتا ہے۔ کبھی خون بھی نکل آتا ہے۔ نہیں کہہ سکتا کہ مرادآباد جاسکوں گا یا نہیں۔ اگر باغ کے پھل آنے تک زندہ رہا تو انشاء اللہ ضرور آپ کے باغ کے پھل کھاؤں گا ورنہ تو خیرات کرکے ثواب پہونچا دیجئے گا۔

اللہ تعالیٰ آپ کے باغ کو سرسبز تروتازہ اور بثمر آور رکھے جب آپ باغ میں داخل ہوا کریں۔ تو ماشاءاللہ لاقوۃ الاباللہ ضرور کہہ لیا کریں۔ اور فصل پر مساکین اور غربا کا حق بھی مقرر کردیں۔ انشاء اللہ برکت ہوگی۔ حکیم ذوالنون صاحب، مولانا حکیم محمد ایوب صاحب۔ حکیم محمد یاسین صاحب کی خدمت میں سلام مسنون۔ حضرت شیخ الحدیث کی خدمت میں مؤدبانہ سلام مسنون۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ مورخہ ۲۳ر اکتوبر ۱۹۵۴ء

محترم المقام حکیم سید محمد یامین صاحب زید مجدکم

السلام علیکم۔ میں نے ایک عریضہ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد لکھا تھا۔ اس کے بعد آپ کا خط آگیا۔ میاں یوسف کی ٹوپی کہیں باوجود تلاش کے نہیں ملی۔ کہیں تو کسی نے بتایا جو شخص یہاں رات کو رہے تھے اور وہ بعد میں گئے تھے وہ لے گئے ہیں۔ اور ٹوپی کا تو کوئی اتا پتا بھی نہیں دیتا۔ واللہ اعلم۔

عجیب قصہ ہے۔ مردانے مکان کا بھی قصہ ہوتا ہے۔ پھر بھی میں تلاش میں ہوں اور آتے جاتے سے پوچھتا ہوں۔ لیکن اس وقت تک میری سعی ناکام ہے۔ وہ جوارشات مع اوزان اور اس کے استعمال کا وقت مجھ کو لکھ کر بھیج دیجئے۔ پانچ چھ دن سے برابر دورے پڑ رہے ہیں تقریباً تین چار بجے سوتے سوتے سردی لگتی ہے۔ سانس تیز ہو جاتا ہے۔ اور تقریباً ایک گھنٹہ اور کبھی پون گھنٹہ طبیعت بے چین رہتی ہے۔ اس کے بعد آنکھ لگ جاتی ہے۔

حکیم ذوالنون صاحب۔ حکیم مولوی محمد ایوب صاحب۔ حکیم محمد یاسین صاحب۔ حضرت شیخ الحدیث کی خدمت میں سلام مسنون میاں محمد یوسف کو دعا۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ مورخہ یکم نومبر ۱۹۵۷ء

حاذق الاطباء حکیم سید محمد یامین صاحب زاد مجدکم

السلام علیکم۔ گرامی نامہ رمضان میں موصول ہوا تھا۔ دماغی کام کرنے والوں کو عام طور سے نزلہ کی شکایت ہوا کرتی ہے۔ آپ نے غالباً پچھلے دنوں مریضوں پر دماغ بہت صرف کیا۔ رمضان میں سب حضرات کے لئے دعائیں کرتا ہوں۔ اگرچہ میں خود دعاؤں کا بہت محتاج ہوں اگر آپ نے یاد فرمایا اور موسم قابل برداشت ہوا۔ تو کچھ عجب نہیں فقیر ایک دو دن کے لئے حاضر ہو جائے۔ بشرطیکہ آپ یہ بھی وعدہ کریں۔ کہ کلیر شریف اور گنگوہ شریف اپنے ہمراہ اپنی موٹر میں لے چلیں گے۔ تیل میرا ہوگا اور موٹر آپ کی ہوگی۔ اگر آپ کی موٹر صحیح نہ ہو تو پھر

آپ اپنے کسی معتقد مریض کی موٹر لے کر مجھ کو لے جائیں گے۔ بہر حال زندگی میں یہ خواہش پوری ہو جائے۔ اول تو پہلے بھی زندگی کا کوئی اعتبار نہیں اور اب تو بڑھاپے میں سوائے موت کے کسی دوسری چیز کا انتظار نہیں۔ اللہ تعالیٰ خاتمہ بالخیر کرے۔ اس عالم کی سیر تو کر لی۔ اب اللہ تعالیٰ دوسرے عالم کی سیر کرائے۔ اور اپنے اکابر سے ملاقات کرائے۔ وما ھذہ الحیوۃ الدنیا الا لھو ولعب و ان الدار الاخرۃ لھی الحیوان۔

حکیم ذوالنون صاحب۔ حکیم مولانا ایوب صاحب۔ حکیم محمد یوسف کی خدمت میں سلام مسنون۔ میاں یوسف کو دعا۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ مورخہ ۱۱ر اپریل ۱۹۵۹ء

محترم ومکرم حکیم سید محمد یامین صاحب زاد اللہ مجدکم

السلام علیکم۔ گرامی نامہ کا شکریہ، عید کی مبارکباد قبول کیجئے۔ اللہ تعالیٰ آئندہ سال ترقی۔ امن۔ عافیت کا سال لائے۔ حکیم صاحب ریاحی بواسیر کی تکلیف ہے۔ برز پر کھجلی ہوتی ہے۔ مسوں میں کھجلی، پیٹ میں حبس۔ رات کو بے چینی۔ نیند کا نہ آنا۔ پیٹ میں جھٹکے۔ غرضکہ پوری تفتیش اور تحقیق کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد کوئی نسخہ تجویز کیا جائے۔

سردی میں یہ تکلیف اور شکل کی تھی، گرمی میں اس تکلیف نے اور شکل اختیار کر لی۔ رمضان میں معلوم ہوا کھانا کھاؤ تو اور تکلیف کھانا نہ کھاؤ تو اور تکلیف، حکیم الیاس کی چٹکی ہمدرد کی پودینے

کی گولیاں اور قرص جدید کھا کر زندگی گذار رہا ہوں۔ چاہتا ہوں کہ ایک دفعہ آپ ملاحظہ فرمائیں۔ یا تو چند گھنٹوں کے لئے میں سہارنپور حاضر ہو جاؤں۔

یا آپ تشریف لائیں۔ بہر حال صحیح تشخیص کرنے کے بعد کوئی دوا تجویز ہو تو زیادہ بہتر ہوگا۔ باقی جیسی رائے عالی ہو۔ اس سے مطلع فرمائیں۔

حکیم ذوالنون صاحب، حکیم ایوب صاحب، حکیم محمد یاسین صاحب کی خدمت میں سلام مسنون

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

مورخہ ۱۴ مئی ۱۹۵۰ء

محترم و مکرم حکیم سید محمد یامین صاحب دام مجدکم

السلام علیکم۔ سردی کے موسم میں آپ کو معلوم ہے سردی کے دورے پڑتے رہتے ہیں۔ میں سردی میں کب کوئی سفر کر سکتا ہوں۔ سردی میں بند مکان میں وہاں ہیٹر کا انتظام ہو تب کہیں وہاں رات گذار سکتا ہوں۔ اس لئے موسم سرما میں بالکل سفر کرنے سے قاصر ہوں۔ مولوی منظور الغنی صاحب کا ایک دعوت نامہ آیا تھا۔ اس کا میں نے نہایت افسوس کے ساتھ معذرت کرتے ہوئے جواب دیدیا۔ اس سے زیادہ میری حاضری کی کوئی حقیقت نہیں۔ اور اگر اتفاقاً حاضر ہوا بھی تو پھر میرا ٹھکانا سوائے آپ کے مکان کے اور کہاں ہے آپ نے تو دہلی میں کئی ٹھکانے آہستہ آہستہ پیدا کر لئے۔ لیکن میرا تو

سہارنپور میں سوائے آپ کے کوئی ٹھکانا نہیں۔ کل رات گھر کا تکیہ ایک دستی میں لپٹا ہوا مجھے نظر آیا۔ عجب نہیں کہ وہ دستی آپ کی ہو۔ بہرحال کوئی آتا جاتا ہو تو میں اس کے ہاتھ وہ دستی بھیجدوں، تاکہ آپ اس کو دیکھ لیں۔ یہاں تو کوئی ایسا نہیں ملا جو کہے کہ میری دستی ہے۔ اگر آپ کی نہ ہو تو واپس کردیں ورنہ رکھ لیں۔ البتہ تکیہ کا کئی مرتبہ مکان سے تقاضہ آیا۔ لیکن مجھکو وہ تکیہ کبھی نہیں ملا۔ اتفاقاً ایک دستی میں تکیہ لپٹا ہوا ملا تو مجھکو یہ عرض کرنے کی جرأت ہوئی۔

حکیم ذوالنون صاحب۔ حکیم ایوب صاحب۔ حکیم محمد یاسین صاحب حضرت شیخ الحدیث صاحب کی خدمت میں سلام مسنون۔ میاں محمد یوسف کو دعا۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

مورخہ ۱۵ ر نومبر ۱۹۵۷ء